ہفت روزہ
ساگر
چکوال

۶-۲۰ ستمبر ۱۹۸۹ء



ٹی وی نیوز کاسٹر شازیہ ظہیر کہتی ہیں...

خواتین کے الگ بینک بنانے کا مطلب یہ ہے کہ مزید طبقاتی تفریق پیدا کی جائے

سب سے اہم بات جو لوگوں کے دلوں میں آئی کہ

آخر وہ کون لوگ تھے جو ۱۷ اگست کو ضیاء الحق کی قبر پر گئے

تجزیاتی رپورٹ

ایم کیو ایم کا مطلب "مہاجر قومی موومنٹ" نہیں بلکہ "مارو! کیوں نہیں مارتے"۔ ـــــ تاثرات

طاقت کے زور پر حق جتانے اور قابض رہنے کا رواج رفتہ رفتہ قانون بن گیا

ـــــ خصوصی مقالہ

"فرعون زمین پر بڑا بن بیٹھا اس نے اہل زمین کو طبقات میں بانٹ دیا۔ اور ایک طبقے کو کمزور کر دیا۔ اور پھر ہم نے ارادہ کیا۔ کہ جنہیں زمین پر کمزور کر دیا گیا ہے۔ ان پر نظر کرم کریں۔ انہیں امامت بخشیں وارث بنائیں۔ اور زمین پر حکمرانی دیں"۔ (القصص ۵/۶)



مجلد ۱ شمارہ ۴۱، ۴۲

۶ ستمبر تا ۲۰ ستمبر ۱۹۸۹ء

چیف ایڈیٹر
سرفراز خان

اسسٹنٹ ایڈیٹر
فدا الرحمن ملک

مجلس ادارت
پروفیسر انور بیگ اعوان
لیفٹننٹ کرنل ریٹائرڈ محمد اسلم

قانونی مشیر
سید ضیاء الحسن زیدی
ایڈووکیٹ

بیورو چیف
راولپنڈی اسلام آباد
ڈی ایم منہاس
لاہور
ملک بشیر حسین

نمائندے
کراچی
محمد اقبال قریشی
محمد نجف گوندل
چکوال اور نواح میں
محمد سعید الیکشن
بوچھال کلاں
عظمت علی جوگی
کلر کہار
محمد حفیظ
بنیلہ
محمد اشرف چوہدری

شعبۂ خواتین
فاخرہ عزیز

دفتر رابطہ
5-A پوٹھوہار پلازہ عقب
فری ڈلیوٹی شاپنگ سنٹر بلیو ایریا
اسلام آباد

قیمت ۵ روپے
سالانہ ۲۲۵ روپے

پبلشر: سرفراز خان، پرنٹنگ پریس: اسد محمود گوالمنڈی راولپنڈی، مقام اشاعت: B-17 ۱۵۲C چکوال

اندر کے صفحات پر

صراطِ مستقیم

القرآن

اوران کی قوم ان سے بحث کرنے لگی تو انہوں نے کہاکہ تم مجھ سے خدا کے بارے میں کیا بحث کرتے ہو اس نے تو مجھے سیدھا استہ دکھا دیا ہے اور جن چیزوں کو تم اس کا شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا ہاں جو میرا پروردگار کچھ چاہے میرا پروردگار اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے کیا تم خیال نہیں کرتے ؟ (الانعام : ۸)

الحدیث

صہیبؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے مومن کی شان عجیب ہے اس کے سب کام ٹھیک ہیں اگر اس کو خوشی اور خوشحالی حاصل ہے تو اللہ تعالےٰ کی شکرگذاری کرتا ہے اور جب کوئی مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے اور یہ شکر و صبر بہت بڑی نیکی ہے (مسلم)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے اسباب و سامان کی زیادتی پر ہی غنا کا انحصار نہیں مال و دولت ہو دل غنی ہونا چاہیئے

(بخاری و مسلم)

نہج البلاغہ

علم و عمل ایک پورا قبیلہ ہے بیچارہ آدمی کتنا بے بس ہے موت اس سے نہاں، بیماریاں اس سے پوشیدہ اور اس کے اعمال محفوظ ہیں مچھر کے کاٹنے سے چیخ اٹھتا ہے اچھو لگنے سے مرجاتا ہے اور پسینہ اس میں بدبو پیدا کردیتا ہے اتنی عقل تمہارے لئے کافی ہے کہ جو گمراہی کی راہوں کو ہدایت کے راستوں سے الگ کرکے تمہیں دکھا دے لذتوں کے ختم ہونے اور یاداشتوں کے باقی رہنے کو یاد رکھو۔

(حضرت علیؓ)

کلام خواجہ حافظ شیرازیؒ

چہ بود گر من و تو چند قدح بادہ خوریم
بادہ از خونِ رزان ست نہ از خون شماست
ایں نہ عیب است کزیں عیب خلل خواہد بود
ور بود عیب چہ شد مردم بے عیب کجاست
بادہ مینوش و میازار تو کس را حافظ
زانکہ آزردنِ مردم ہمگی عین خطاست

ترجمہ :۔ کیا ہو جائے گا اگر میں اور تو مل کر چند پیالے پی لیں گے شراب انگوروں کا خون ہے تمہارا خون تو نہیں ہے یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے جس سے کوئی خرابی ہوگی اور اگر عیب بھی ہے تو کیا ہوا بے عیب انسان کہاں ہے ؟ اے حافظ ! تو شراب پی اور کسی کو نہ ستا اس لئے کہ انسانوں کو ستانا ہی عین غلطی ہے۔

ارشادات صوفیاء

ضامن رزق خدا تعالےٰ ہے اسی لئے اس پر توکل ضروری ہے حضور اکرمؐ کی ذات مبارک کے سوا اسم اعظم کسی میں جلوہ فگن نہیں ہوا یہ تصور کہ قلب لامتناہی شئے ہے کیوں کہ قلبی تقاضوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے مگر راہ کی کوئی انتہا نہیں ہے خدا سے خائف رہنے والا اسی کی طرف رجوع کرتا ہے حالانکہ جس شے سے خوف پیدا ہو اس سے دور رہا جاتا ہے۔

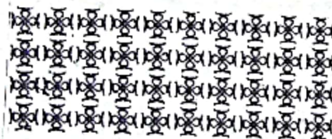
(حضرت محمد علی حکیم ترمذیؒ)

پنجابی عارفانہ کلام

بوہت عزت لولاک تینوں کیہہ میں صفت سناواں
آل اصحاب سمیت سلاماں ہور درود پچاواں
آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زیانی
یا ڈخیر محمد تائیں صدقہ شاہ جیلانیؒ

(میاں محمد بخشؒ)

ترجمہ :۔ اے رحمت اللعالمینؐ! خدا تعالےٰ نے آپ کو وجہ تخلیق کائنات قرار دے کر اتنی زیادہ عزت عطا کر رکھی ہے کہ میں ناچیز بندہ آپؐ کی کیا تعریف کرسکتا ہوں سوائے اس کے کہ آپؐ پر آپؐ کی آل پر اصحاب پر درود و سلام بھیجوں میں کنگال اور گناہ گار آپؐ کی آل اولاد کے در کا بھکاری ہوں حضرت غوث الاعظمؒ کے صدقے مجھ بے نوا اپنے لطف و کرم سے سدا نوازتے رہیئے



فکرِ اقبالؒ

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ!
ٹوٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرنگیانہ!
تعمیرِ آشیاں سے میں نے یہ راز پایا
اہلِ نوا کے حق میں بجلی ہے آشیانہ!
یہ بندگی خدائی، یہ بندگی گدائی
یا بندۂ خدا بن، یا بندۂ زمانہ

اداریہ

پریس کیلئے ضابطۂ اخلاق کی ضرورت

انسانی ذہن کی تعمیر یا تخریب میں پریس اہم کردار ادا کرتا ہے جس طرح اس کی اہم ذمہ داریاں ہیں اسی طرح یہ بے راہ روی کا شکار بھی ہوا ہے نئی حکومتی پالیسیوں سے پریس کی آزادی سے ایک غلط مفہوم سمجھا گیا عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا کہ پریس جو کچھ بھی لکھتا رہے وہ آزاد ہے یہ انتہائی تخریب کارانہ اندازِ فکر ہے آزادی کا مفہوم صرف اور صرف یہ ہے کہ عوامی بھلائی اور معاشرے کی تعمیر و ترقی میں پریس حقیقت پسندی میں اور اس کے اظہار میں آزاد ہے آزادی کا مطلب یہ ہرگز نہیں جو جی میں آئے لکھتا رہے لیکن یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ بعض غلط عناصر اپنے مفاد کے لئے ہر شریف آدمی کی پگڑی اچھالنے اور اس کو رسوا کرنے کا ہی مفہوم سمجھتے ہیں اور انہیں کوئی پوچھتا نہیں دراصل یہ نتیجہ ہے پریس کی طویل پابندی کا، اس فیلڈ میں نو وارد افراد کا داخلہ ایک انتہائی خطرناک اور المناک حادثہ ہے اب اگر حکومتی حلقوں کی طرف سے ان کی بازپرس ہوتی ہے تو فوراً یہ چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے دیکھا جی! کہتے ہیں پریس آزاد ہے اور پھر اس کو دباتے ہیں اس لئے اس کے ساتھ دوسری آوازیں بھی مل جل کر ایک شور اور ہنگامہ سا برپا کر دیتی ہیں آج کل یہی ہو رہا ہے ہماری نظر سے ایسے پرچے گذر رہے ہیں جو وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ کی ذات تک کو نشانہ بنا رہے ہیں لیکن ان کی گرفت صرف اس وجہ سے نہیں کہ پریس کی آزادی پر آنچ نہ آنے پائے جو لوگ اس آزادی کا غلط استعمال کر رہے ہیں دراصل وہ آزادئ صحافت اور جمہوریت کے دشمن ہیں جو ان دو اداروں کو پھر سے پابندِ سلاسل دیکھنا چاہتے ہیں اس بے راہ روی کے دو سبب ہیں ایک یہ کہ اس آزادی کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے استعمال کرنے والے افراد حدود کو پھلانگ کر مفاد پرستی کا شکار ہو رہے ہیں دوسرے وہ لوگ ہیں جو سوچے سمجھے منصوبے کے تحت حدود سے تجاوز کر رہے ہیں، تاکہ یہ تاثر قائم کیا جا سکے کہ یہ قوم اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو آزادی دی جائے لہٰذا پھر سے اس پر ڈکٹیٹر شپ مسلط کر دی جائے اور یہ لوگ اپنی مخصوص اداکاری اور فن کاری کے جوہر دکھا سکیں۔

بڑے اخبارات میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے مفاد کی عینک سے دیکھتے ہیں نہ کہ قومی مفاد کی نگاہ سے۔ یہی وجہ ہے کہ خبروں اور واقعات کو غلط اور انتہائی پست انداز میں پیش کر کے بلیک میلنگ کا دھندا کرتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ "پریس آزادی" کے مفہوم کا ٹھیک، ٹھیک تعین کیا

باقی صفحہ ۲۵ پر

جواب آں غزل

تیمور علی

آپ کے ہفت روزہ "پریم ساگر" میں گذشتہ ہفتے کے شمارے میں فاخرہ عزیز کا ٹی وی پروگراموں کے بارے میں تجزیہ نظروں سے گذرا تجزیہ تو برائے نام تھا البتہ جیسا کہ ہماری سوچ بنادی گئی ہے ٹی وی ڈراموں کو قومی سلامتی کے تحفظ سے جوڑنے کی کوشش کی گئی پہلی بات تو یہ ہے کہ حکومتوں پر تنقید کو قومی سلامتی کے ساتھ جوڑا ہی نہیں جا سکتا البتہ مملکت کے خلاف اگر کوئی بات کی جائے اور لکھا جائے تو قومی سلامتی کے خلاف ہو سکتا پولیس، یا اسی طرح کے دوسرے اداروں کے بارے میں حقائق لکھنا ان کی غلط باتوں کو عوام اور اعلیٰ حکام کے سامنے لانا ایک اچھے قلمکار کی پہچان ہوتی ہے اور پھر پولیس اور دوسرے قانون نافذ کرنے والے ادارے عوام اور سیاسی... کارکنوں پر تشدد کرنے میں زیادہ تر خود ذمہ دار نہیں ہوتے۔

اس بحث سے بھی پہلے ذرا ان دو ڈراموں (تپش اور نیلے ہاتھ) پر تھوڑی سی بات کر لی جائے موصوفہ کے مطابق ان ڈراموں میں قومی سلامتی کو داؤ پر لگایا گیا ہے سمجھ میں نہیں آتا ان ڈراموں میں قومی سلامتی کہاں سے آگئی اگر روائتی طور پر تنقید ہی کرنی تھی (جو کہ ہماری سیاست اور صحافت میں روایت بن گئی ہے) تو ان عوام کے پسندیدہ ترین ڈراموں کے علاوہ بھی ٹی وی پر کافی کچھ کہنے کے لئے ہوتا ہے ان دو ڈراموں کو ہی کیوں نشانہ بنایا گیا ہے محترمہ کہتی ہیں کہ "حقیقت لکھنی چاہیئے لیکن حقیقت اور مبالغہ میں فرق ہوتا ہے" یہ بات کہنے میں

قومی اداروں کو حکمران اپنے اقتدار کے تحفظ کیلئے استعمال کرتے ہیں

آپ کا قصور بھی تو نہیں ہے وہ تمام لوگ جو کہ پچھلے گیارہ سالوں میں سیاسی جدو جہد میں شامل نہیں رہے ان کو ان ڈراموں میں حقیقت نہیں مبالغہ ہی نظر آئے گا اور وہ اس کو قومی سلامتی کے خلاف ہی کہیں گے لیکن اس کے برعکس وہ لوگ جو کہ پچھلے گیارہ سالوں میں بنیادی انسانی حقوق کی بحالی کی جدو جہد میں شامل رہے یا کسی نہ کسی طور پر منسلک رہے وہ سمجھتے ہیں کہ ان ڈراموں میں جو کچھ سیاسی کارکنوں، طلباء، مزدوروں اور خواتین کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے اس کا دسواں حصہ بھی نہیں دکھایا گیا اور پھر ان ڈراموں میں نوجوانوں اور خواتین کے قومی سلامتی کے تحفظ کی خاطر جدو جہد کرتے ہوئے دکھایا گیا قومی وقار اور عزت کی خاطر ان کو عقوبت گاہوں میں بدترین اذیت کا شکار ہونا پڑا یہاں تک کہ اس تشدد کے نتیجے میں جانیں تک قربان کر دیں کیا وطن کے وقار کی خاطر قربانی دینے والوں کی اتنی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی جانی چاہیئے کیا حقیقت میں وہی ملک و قوم کے ہیرو ہیں۔

آپ نے "تپش" کے حوالے سے ایک دل چسپ بات کہی ہے کہ یہ ڈرامے "ہمارے نوجوانوں کو لیڈر بننے اور قربانیاں دینے کا درس دے رہے ہیں" شاید آپ نہیں جانتیں جس قوم میں بھی "لیڈر شپ اور قربانی" دونوں پیدا ہو جائیں وہ دنیا کی عظیم ترین قومیں بن جایا کرتی ہیں یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ اس کی گواہ دنیا کی تاریخ ہے۔

اب آیئے تھوڑی بحث اس بات پر ہو جائے کہ پولیس یا اس قسم کے دوسرے قانون نافذ کرنے والے اداروں پر تنقید سے قومی سلامتی کو کوئی خطرہ ہوتا ہے یا نہیں یہ ادارے

اداروں کی تباہی سے زیادہ اپنے اقتدار کی تباہی کا خطرہ ہوتا ہے

حکمران اپنے اقتدار کے تحفظ کی خاطر استعمال کرتے ہیں جس قسم کے حکمران ہوں گے اسی قسم کا ان کا استعمال بھی ہو گا اگر حاکم عوام کی مرضی سے حکمرانی کریں گے تو ان کو عوام نے

بھی خوف ہوگا کہ وہ دوبارہ پھر عوام کے پاس جانا ہے اور اگر حکمران رات کی تاریکی میں شب خون مار کے آئیں گے یعنی عوام کی مرضی کے خلاف آئیں گے تو وہ ہر قسم کے مقدس ادارے کو عوام کے خلاف اپنے اقتدار کی طوالت کے لئے استعمال کریں گے انہیں اداروں کی تباہی سے زیادہ اپنے اقتدار کی تباہی کا خطرہ ہوتا ہے

اس لئے وہ اپنے اقتدار کے تحفظ کی خاطر ان اداروں کا ہر جائز و ناجائز طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر موجودہ حکومت منتخب حکومت ہے اور جب سے یہ حکومت منتخب ہوئی ہے اخبارات، سیاسی کارکن اور حکومت کے مخالفین جب ان کی مخالفت کرتے ہیں ان کی گرفتاری نہیں ہوتی اور اگر گرفتاری نہیں ہوگی تو تشدد بھی نہیں ہوگا اس لئے کہ عوام کو بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں اس لئے ہر شہری کو یہ بنیادی حق حاصل ہے کہ وہ جو بات صحیح سمجھے وہ کہے اور اس پر عمل کرے لیکن اس کے برعکس گزشتہ دور حکومت میں (سوائے بھٹو دور حکومت کے) صرف جمہوریت زندہ باد یا آمریت مردہ باد کا نعرہ لگانے پر کوڑے برسائے جاتے رہے

انسانی حقوق کی بحالی کیلئے اذیتیں برداشت کرنے والوں کو غدار، تخریب کار اور غیر ملکی ایجنٹ کے القابات سے نوازا گیا

میں پھانسیاں دی جاتی رہی ہیں شاہی قلعے اور دوسرے عقوبت گاہوں میں بدترین ناقابل بیان تشدد کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے ایسا تشدد جس میں جسم کے ساتھ روح کو بھی کچل دیا جاتا تھا اس کا مطلب کیا ہوا؟ یہی کہ ان کو استعمال کرنے والوں نے ان اداروں کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے غلط استعمال کیا ان اداروں کو حقیقت میں بدنام ان جیسے ہی حکمرانوں نے ہی کیا اور اگر آپ کا مقصد اس تحریر کا یہ ہے کہ ان اداروں کو بدنام کرنے کا مطلب قومی سلامتی کے ساتھ کھیلنا ہے تو پھر اس کے سب سے بڑے مجرم ایسے حکمران ہی ہوتے ہیں نہ کہ ایسے صحافی، دانشور، سیاستدان، طلباء اور مزدور جو کہ ایسے حکمرانوں

حکومت بدلتی رہی لیکن قانون وہی تھا جو پچھلے چالیس سال سے چلا آرہا ہے

کے خلاف جدوجہد کر رہے ہوتے ہیں اور ان کے سیاسی اور سماجی جرائم کو تحریر اور تقریر کے ذریعے بے نقاب کر رہے ہوتے ہیں۔

ہمارے ملک اور قوم کی اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہوگی کہ پچھلے گیارہ سالوں میں ہر بات الٹ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے جس میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی رہے ہیں ملک و قوم کی عزت و وقار کی خاطر لڑنے والوں کو اور بنیادی انسانی حقوق کی بحالی کے لئے اذیتیں برداشت کرنے والوں کو غدار، تخریب کار، غیر ملکی ایجنٹ اور نہ جانے کیسے کیسے القابات سے نوازا گیا اور جن لوگوں نے ملک و قوم کو غیروں کے ہاتھوں بیچ دیا، ملک و قوم کو مذہب کے نام پر لوٹا، نوجوانوں کو ذہنی طور پر مفلوج کیا وہ اس ملک کے سب سے بڑے محب وطن اور رہبر قرار پائے شاید ہماری قوم کی یہی۔۔
سب سے بڑی بدقسمتی ہے اور پھر آپ نے شاید "نیلے ہاتھ" کی آخری قسط نہیں دیکھی اور تبصرہ کر دیا تو وہ کچھ یوں ہے کہ نظر بند سیاسی خاتون جب حکومت کی تبدیلی کے بعد جیل کے معائنے پر جاتی ہیں تمام زنانہ وارڈوں کے چکر لگانے کے بعد انتہائی پریشانی کے عالم میں کہتی ہیں (خاتون جیلر سے) "موجودہ جمہوری حکومت نے تو خواتین کی بہت بڑی تعداد کو رہا کر دیا تھا تو پھر یہ اتنی بہت ساری خواتین جیل میں کہاں سے

لیڈرشپ اور "قربانی" دونوں پیدا ہو جائیں وہ قومیں دنیا کی عظیم ترین قومیں بن جایا کرتی ہیں

آگئیں" تو جیلر کے الفاظ کچھ یوں تھے۔ "حکومت ہی بدلی ہے قانون تو نہیں بدلا قانون وہی ہے جو پچھلے ۴۰ سالوں سے ہے اور جیلر کے یہ الفاظ کہ ہم تو حکم کے بندے ہیں جو جس طرح حکم دیتا ہے ہم ایسا ہی کرتے ہیں تو فاخرہ عزیز صاحبہ ان ڈراموں سے حکمرانوں کی برائیاں تو سامنے آتی ہیں لیکن ادارے بدنام نہیں ہوتے ادارے ایسے ہی رہتے ہیں جس قسم کا سماجی اور معاشرتی ڈھانچہ رہتا ہے یہ تبدیل نہیں ہوگا تو ادارے بھی تبدیل نہیں ہوں گے۔ والسلام

مہکتی کلیاں

- دل ایک آئینہ ہے اگر بدی سے پاک ہو تو اس میں خدا بھی نظر آتا ہے۔
- محبت روح کا گلاب ہے جو گناہ کی دھوپ سے مرجھا جاتا ہے۔
- دوسروں کو معاف کر دیا کیجئے مگر اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کیجئے۔
- زندگی کے گلدان میں ایسے پھول سجاؤ جو خوشبو بھی دیتے ہوں۔
- اگر آپ صبر و تحمل سے کام لیں تو کوئی ایسا کام نہیں جو آپ نہ کر سکیں آپ چھلنی میں پانی لے جا سکتے ہیں بشرطیکہ پانی جم جانے تک انتظار کریں۔

ضلع چکوال

اسلامی تہذیب سے پہلے عدم مساوات

تحریر:- لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم

پرانے دور کا انسان خوف اور جہالت سے پھوٹنے والی توہم پرستی کا شکار تھا ایک دفعہ ایک اسکیمو طبیب نے ایک مغربی سیاح سے کہا کہ "ہم لوگ کسی پر یقین کر کے اسے نہیں مانتے بلکہ اس کے خوف تھا تو مانتے ہیں ان وقتوں میں ہر نئی' عجیب اور نظر نہ آنے والی شے کے پیچھے خوف پایا جاتا تھا انسان صرف بیماری اور موت سے ہی نہ ڈرتا بلکہ بھوک' قحط' جانور' طوفان اور مردوں کی روحیں بھی اس کے لئے خوفناک اور ڈراؤنی ہوتی تھیں. ہر نقصان اور ناکامی ایک اور بڑی بدبختی کا پیش خیمہ

فرعونی خاندان بادشاہت، وراثت، مال و دولت پر مکمل کنٹرول قائم رکھنے کیلئے شادیاں شاہی خاندان کے اندر ہی کرتے تھے

نظر آتی اور مصیبت لانے والے ظاہری اسباب سے بدشگونی جنم لیتی اور ان کے تدارک کے لئے جادو ٹونے اور تعویز گنڈوں کا سہارا لیا جاتا گو انسان فطری فرق کے ماسوا ایک دوسرے کے برابر تھے لیکن وہ مل کر بھی قدرتی آفات، ماحولیاتی خطرات اور فطرت کی قوت کے سامنے بے بس تھے.

آگے چل کے جب انسان تمدن کی بہتر سطح تک پہنچا اور اس نے شکار اور جنگلی پھلوں پر گذر اوقات سے نکل کر کھیتی باڑی سیکھی۔ تو اس کا اپنی ذات اور فطرت کے رموز سمجھنے کا ادراک بھی بڑھا اور اس کو قدرت کی طرف سے دی ہوئی اپنی صلاحیتوں پر اعتماد میں اضافہ ہونے لگا لیکن جہاں اس خود آگہی سے اس نے قدرتی آفات اور ماحولیاتی خطرات کا مقابلہ کرنے کا علم اور ڈھنگ سیکھنا شروع کیا وہاں کچھ انسانوں نے اپنی طاقت کے اضافے سے دوسرے انسانوں پر غلبہ پانا شروع کر دیا یہاں سے طاقتور انسانوں کا کمزور لوگوں پر حکمرانی کرنے اور انہیں اپنے تابع کرنے کا جذبہ پیدا ہوا بس پھر کچھ لوگ دوسروں پر حاوی ہو کر انہیں اپنے اپنے کام کروانے میں لگ گئے انسانوں میں طاقت اور کمزوری کی بنیاد پر تفریق بڑھنے لگی طاقتور انسانوں نے حکمرانی کی ترکیبیں نکال لیں اور شخصی حکمرانی نے بڑھتے بڑھتے خاندانی حکمرانی کا روپ دھار لیا۔

خاندانی بادشاہت

خاندانی حکمرانی سے پہلے تاریخ کا ایک لمبا دور ایسا گذرا ہے جب لوگ اجتماعی معاشرتی بھلائی کے لئے کام کرتے تھے مختلف لوگوں کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق کام سونپے جاتے ہر کوئی اپنی خداداد قابلیت کو بروئے کار لا کے کوئی کام ضرور کرتا جس سے پورے گروہ یا معاشرے کو فائدہ پہنچے انتظامی صلاحیتوں والے کو انتظامی نوعیت کی ذمہ داری سونپی جاتی لیکن وہ روزمرہ کے متفرق کاموں میں بھی شامل رہتا سب سے زیادہ اہل آدمی قبیلے کا سربراہ ہوتا لیکن وہ کام بھی سب کے برابر کرتا قبیلے کے دفاع اور فیصلوں میں بھی پیش پیش ہوتا خطرے اور قربانی

فرعون کا دور تاریخ میں انسان پر انسان کے ظلم کے لحاظ سے بدترین دور کہا جاتا ہے

کے وقت وہ سب سے آگے کھڑا ہوتا لیکن بعد میں طاقت کے زور پر حق جتانے اور قابض ہونے کا رواج قانون بن گیا جس سے معاشرتی ناہمواری بڑھنے لگی پہلے جہاں عدم مساوات فطری فرق تک محدود تھی وہاں اب یہ طاقت کنبے اور قبیلے کے زور پر بڑھنے لگی کئی دور گذرنے کے بعد طاقت کے ارتکاز نے بڑھتے بڑھتے بادشاہت کو جنم دیا زبردست طاقت اور وسیع قبضہ جات کی بنیاد پر ابھرنے والی بادشاہت نے انسانوں میں معاشرتی ناہمواری اور معاشی عدم مساوات کی بنیادوں کو بہت گہرا کر دیا مؤرخین کی رائے میں) کوئی ۳۴۰۰ سال قبل مسیح مصر میں پہلی خاندانی بادشاہت قائم ہوئی جسے پہلی خاندانی سلطنت بھی کہا جاتا ہے. مصر میں خاندانی بادشاہت قائم ہونے کے لگ بھگ دو سو سال بعد یعنی ۳۲۰۰ قبل مسیح میں

شمال اور جنوب کی دونوں مصری ریاستوں مل گئیں اور اگلی نو سو صدیوں یعنی ۲۳۰۰ قبل مسیح تک مصر میں پانچ اور خاندانی بادشاہتیں باری باری قائم ہوئیں اس دور کو پرانی بادشاہت بھی کہا جاتا ہے پھر اس کا زوال شروع ہوا جس کی مختلف وجوہات بیان کئے جاتے ہیں لیکن بڑی وجہ شاہی خاندان کی فضول خرچیاں نام اور شہرت کے لئے بہت ہی گراں خرچ اور محنت طلب منصوبے' غریب عوام کی تنگ دستی اور بے چینی' اس کے ساتھ افریقی اور ایشیائی قبائل کے حملے بھی شامل ہیں پرانی بادشاہت کو ختم ہوئے دو سو سال گئے اس نے اگلے دور کو درمیانی بادشاہت کہا جاتا ہے جو تین صدیاں قائم رہا کوئی ۱۷۵۰ قبل مسیح میں مغربی ایشیا کے گڈریا بادشاہوں نے مصر پر حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا جو تقریباً دو سو سال قائم رہا ۱۵۸۰ قبل مسیح میں مصریوں نے گڈریا

رفتہ رفتہ طاقت
کے زور پر حق جتانے
اور قابض رہنے کا رواج
قانون بن گیا
جس کے نتیجے میں معاشرتی
ناہمواری اور
عدم مساوات کا دور دورہ ہو گیا

بادشاہوں کو مار بھگایا تو وہاں اٹھارویں خاندانی سلطنت قائم ہوئی گڈریوں کے غلبے کے دوران مصریوں میں قومی یکجہتی مضبوط ہوئی اور انہوں نے نئے ہتھیاروں کے ساتھ جنگ کے نئے طریقے بھی سیکھے چھوٹے سرداروں کی عملداری کمزور ہو کے ٹوٹ گئی اور سارے ملک میں مرکزی حکومت مضبوطی سے قائم ہوئی جس نے ایک طاقتور فوج تیار کرلی۔

ریاستی غلامی کی ابتداء

یہ گڈریا بادشاہوں کو شکست دینے کے بعد مصری قوم کے حوصلے بلند ہوئے فوج بھی مضبوط بن گئی چونکہ پہلے حملہ آور مغربی ایشیا سے آئے تھے اس واسطے مصریوں نے جوابی کاروائی کرکے اس علاقے پر فوج کشی شروع کردی سب سے پہلے راستے میں فلسطین

انسانوں میں طاقت
اور کمزوری کی بنیاد
پر تفریق پروان چڑھی
اور شخصی حکمرانی نے ہی
خاندانی حکمرانی کا روپ دھارا!

آتا تھا جسے مصری فوج نے فتح کیا اس کے بعد بڑھتے بڑھتے وہ شام تک پہنچ گئے اور راستے میں کنعان، فونیشیا، ہیٹس وغیرہ کو زیرنگوں کرلیا ان فتوحات کے دوران لوٹ مار کے علاوہ مصری فوجیوں نے وہاں کے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر غلام بنایا اور مصر لے آئے جہاں انہیں بازاروں میں منڈی لگا کے امراء اور مذہبی پیشواؤں کے ہاتھوں فروخت کیا جاتا رہا اس دور میں مصر کی فوجی قوت بڑھتی رہی جس کے زور سے ایک طرف دریائے نیل اور دوسری طرف دجلہ و فرات کے منبعوں کے درمیان واقع زرخیز ہلالی رقبہ پر مصر کا کنٹرول ہو گیا تین براعظموں ایشیا، افریقہ اور یورپ کے سنگم پر واقع یہ علاقہ جس کے دونوں کناروں پر نیل اور دجلہ و فرات کی زرخیز وادیاں ہیں دنیا کی سب سے اولین تہذیبوں کا گہوارہ تھیں نیل کے کنارے مصر کی تہذیب اور دجلہ و فرات کے کناروں پر میسوپوٹیمیا' بابل و نینوا کی تہذیب تگ بھگ ایک ہی وقت کوئی چار ہزار سال قبل مسیح نمودار ہوئیں دنیا کی باقی بڑی سب تہذیبیں ان کے بعد ابھریں اور نصف درجن چھوٹی تہذیبوں کے علاوہ دنیا کی پانچ بڑی تہذیبوں یعنی ایرانی، یونانی، رومی، بزنطینی اسلامی اور جدید مغربی تہذیبوں کے اس خطے میں یا اس کے اثرات سے جنم لیا جہاں مصر کی پرانی تہذیب نے باقی بڑی بڑی تہذیبوں پر کئی مثبت اثرات چھوڑے وہاں دنیا کو ریاستی غلامی کا ورثہ بھی یہیں سے ملا اور انسان کی انسان کے ہاتھوں غلامی عام ہوئی

باقی صفحہ ۱۳ پر

سرورق

ایک ہی قسم کی خبریں سارا دن سنائی جاتی ہیں لوگ دنیا بھر کے متعلق جاننا چاہتے ہیں لیکن آپ نے ٹی وی کو ایک پنجرے میں بند کر رکھا ہے

نیوز کاسٹر شازیہ ظہیر سے ایک انٹرویو

ملاقات ملک ضیاء الرحمن



شازیہ ظہیر نے سب سے پہلے خبروں کا نیوز بلیٹن ۱۶ جنوری ۱۹۸۸ء کو پڑھا یہ انٹرویو تو اس لحاظ سے ایک یادگار اہمیت کا حامل ہے کہ اس دن پاکستان میں پہلی بار صبح کی نشریات کا آغاز کیا گیا اور سب سے پہلے صبح کی خبریں شازیہ ظہیر نے پڑھیں شازیہ ظہیر کی خبروں کے بہت سے ایسے ریکارڈ ہیں جو کسی اور نیوز کاسٹر کو نصیب نہیں ہوئے پہلا ریکارڈ کہ صبح کی خبریں انہوں نے سب سے پہلے پڑھیں نمبر دو ریکارڈ کہ شازیہ ظہیر نے لوکل خبروں کا ایک بھی بلیٹن آج تک نہیں پڑھا نمبر ۳ یہ کہ شازیہ ظہیر وہ واحد پاکستان کی نیوز کاسٹر ہیں جنہوں نے رات ۹ بجے کا پورا بلیٹن اکیلے پڑھا اور انہیں عین وقت پر بتایا گیا کہ آج کوئی دوسرا نیوز کاسٹر آپ کی مدد نہیں کرے گا اس لئے آپ نے یہ پڑھنا ہے اور انہوں نے بغیر کسی جھجک کے پورا بلیٹن پڑھا وہ اپنے اوپر بہت زیادہ اعتماد کرنے والی لڑکی ہیں انہوں نے ہر کام بڑی خود اعتمادی سے کیا ہے اسی طرح انہوں نے یہ انٹرویو بھی بہت خود اعتمادی سے دیا۔

شازیہ سے ہماری ملاقات ان کے گھر پر ہوئی ان سے انٹرویو کے لئے کچھ دن پہلے وقت لیا تھا لیکن نجی مصروفیات کی وجہ سے میں کچھ دن نہ جا سکا آج میں نے ان کو ٹیلیفون کر کے انٹرویو کے لئے درخواست کی تو انہوں نے بخوشی قبول کر لی ہم شام پانچ بجے ان کے گھر پہنچ گئے ان کے والد محترم نے ہمارا استقبال کیا کچھ دیر بعد ہمارے لئے چائے آ گئی لیکن چائے آنے سے پہلے ہمارا انٹرویو شروع ہو چکا تھا اس لئے باتوں، باتوں میں وہ چائے ٹھنڈی ہو گئی اور دوبارہ انٹرویو کے بعد شازیہ اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر لائی انٹرویو کے دوران شازیہ نے زیادہ باتوں کا جواب انگلش میں دیا اور ان کا

انگلش بولنے کا انداز بھی کسی انگریز خاتون سے کم نہیں تھا ان سے ہر موضوع پر بات ہوئی کھیل ثقافت، سیاست، مذہب حتیٰ کہ ٹیلیوژن کی پالیسی پر بات ہوئی تو شازیہ نے ہر بات کا جواب بڑے حوصلے اور بردباری سے دیا اور کسی بات کو کسی جگہ پر چھپانے کی کوشش نہیں کی کسی جگہ پر بھی انہوں نے کسی بات پر آف دی ریکارڈ کہہ کر کوئی بات نہیں کی صحافتی زندگی میں شازیہ ظہیر سے میرا ایک خاص اور ذاتی رشتہ ہے جس کا ذکر انٹرویو کے دوران کروں گا

سوال:۔ شازیہ آپ نے تعلیم کتنی حاصل کی اور کہاں کہاں حاصل کی۔

شازیہ ظہیر:۔ جی اسکول کی ابتدائی تعلیم میں نے پہلے کچھ عرصہ لاہور اور پھر کراچی میں بھی حاصل کی لیکن اسکول کے دوران ہی میں راولپنڈی آ گئی اس کے بعد اب تک یہاں ہی ہوں کالج کی تعلیم میں نے راولپنڈی میں حاصل کی اور اس کے بعد دو سال قائد اعظم یونیورسٹی (اسلام آباد) میں زیر تعلیم رہی یونیورسٹی سے میں نے ایم۔بی۔اے کا امتحان امتیازی نمبروں کے ساتھ فسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔

سوال:۔ کیا اسکول کالج اور یونیورسٹی میں آپ نے غیر نصابی سرگرمیوں میں کوئی حصہ لیا؟

شازیہ ظہیر:۔ جی بالکل، اسکول اور کالج کے زمانے میں، میں صرف اپنے کالج کی نہیں بلکہ پورے ضلع راولپنڈی کی بیسٹ اتھلیٹ تھی اپنے کالج کی والی بال کی ٹیم کی کپتان تھی اور میں نے کپتانی کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے کافی زیادہ میچ جیتے اور مجھے بہت سارے انعامات ملے جن میں بڑی بڑی ٹرافیاں بھی شامل تھیں اس کے علاوہ میں مختلف ادبی اور تنظیمی سوسائٹیوں کی صدر اور جنرل سیکریٹری بھی رہی ہوں۔

سوال:۔ شازیہ آپ ٹیلیوژن پر پہلے کس طرح وارد ہوئیں؟

شازیہ ظہیر:۔ مجھے پہلے بھی کئی مرتبہ ٹیلیوژن پر ڈرامے کی آفر ہوئی تھی لیکن وہ کام شاید میرے مزاج کے خلاف تھا اس لئے میں نے ہر دفعہ انکار کر دیا اور جب خبروں کے لئے مجھے آفر آئی جو میں نے قبول کر لی جا کر ٹیسٹ دیا اور سلیکٹ ہو گئی اور اب تک کام کر رہی ہوں۔



سوال:۔ ڈرامہ میں کام کرنا آپ کو کیوں پسند نہیں آیا تھا جب کہ سکرین پر آنا ڈرامہ کے لئے ہو یا خبریں پڑھنا ایک ہی مشکل کام ہے۔

شازیہ ظہیر:۔ شاید یہ کوئی بلڈ Blood کا اثر ہوگا آپ کو شاید پتہ نہ ہو کہ میرے دادا چراغ حسن حسرت بہت اچھے صحافی تھے ان کے بعد میرے والد محترم ظہیر جاوید بہت تجربہ کار صحافی اور ٹی وی پروڈیوسر تھے ان جیسا کام تو نہ کر سکی شاید میں ان جتنا کام لکھنے کا نہیں کر سکتی تھی بہرحال صحافی جو کچھ سارا دن لکھتے اور سوچتے ہیں ان کو قارئین تک میں ہی پہنچاتی ہوں اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ میں باپ دادا کے نقشِ قدم پر ہی یہ جاب کر رہی ہوں اور مجھے اس بات پر فخر بھی ہے کہ میں چراغ حسن حسرت جیسے شاعر ادیب اور صحافی کی پوتی اور ظہیر جاوید جیسے منجھے ہوئے اور ثابت قدم صحافی کی بیٹی ہوں۔

سوال:۔ آپ اتنے عرصے سے ٹیلیوژن پر کام کر رہی ہیں کیا سینئر لوگ آپ سے تعاون کرتے ہیں یا کہ حسد؟

شازیہ:۔ جی تعاون کرنا ہی پڑتا ہے میرے والد صاحب بھی نیوز پروڈیوسر تھے کچھ لوگ ان کے پرانے دوست ہیں دوسرا جو ساتھ



مرد حضرات خبریں پڑھتے ہیں ان کے ساتھ تو ایک خاتون نے خبریں پڑھنی ہی ہوتی ہیں اگر میں نہیں پڑھوں گی تو کوئی دوسری لڑکی خبریں پڑھ دے گی اس لئے وہ حسد کس بات پر کریں گے اور جہاں تک دوسری لیڈی نیوز کاسٹر کا تعلق ہے ان کی ہماری تو کبھی ملاقات ہی نہیں ہوتی جس دن میں جاتی ہوں وہ نہیں ہوتیں اور جس دن وہ ہوتیں ہیں میں نہیں ہوتی اس لئے ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہیں ہوتا۔

سوال :۔ حسد صرف اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ انسان اکٹھا ہی کام کرے یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ جو بلٹن انہوں نے پڑھنا ہو وہ آپ کو مل جائے تو اس کے پیسے بھی آپ کو مل جائیں اور کریڈٹ بھی ؟۔

شازیہ :۔ میں خود ہی بہت کم بلٹن پڑھتی ہوں میں نے ہفتے میں صرف دو دن خبریں پڑھنی ہوتی ہیں منگل اور ہفتے کی رات نو بجے میں خبریں پڑھتی ہوں باقی دن دوسری نیوز کاسٹر کے لئے ہوتے ہیں میں تو اس سے زیادہ ٹائم ہی نہیں نکال سکتی میں دن کو جاب کرتی ہوں اور پھر شام کے وقت اتنا ٹائم نکالنا مشکل ہو جاتا ہے اور دوسرا میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ لوگ ایک ہی چہرے کو دیکھ دیکھ کر تنگ آجائیں جب دیکھو سکرین پر شازیہ ظہیر بیٹھی ہوئی ہیں۔

سوال :۔ ٹیلیویژن پر خبریں پڑھنے کا جو آپ کو معاوضہ ملتا ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں

شازیہ :۔ (مسکرا کر) اس کو معاوضہ کہتے ہوئے بھی ہنسی آجاتی ہے وہ جیب خرچ بھی مشکل سے بنتا ہے اور جیب خرچ بھی بچوں کا، مجھ جیسی خرید و فروخت کی شوقین لڑکی کا جیب خرچ بھی نہیں بنتا ایک دن کے نیوز بلٹن کا صرف ۱۴۰ روپے دیتے ہیں اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ اس کا کیا بنتا ہے جب کہ ہمیں اس کے لئے چار گھنٹے صرف کرنے پڑتے ہیں اگر خبریں ہوں تو سات بجے ہمیں آکر گاڑی لے جاتی ہے وہاں جا کر میک اپ پر بھی کچھ ٹائم لگتا ہے پھر کبھی کبھی ٹائم ہو تو ایک نظر خبروں کو بھی پڑھ لیتے ہیں واپسی پر گھر پہنچنے تک گیارہ بج جاتے ہیں۔

سوال :۔ کیا خبریں پڑھنے سے پہلے ان کو دیکھ لیتی ہیں ؟۔

شازیہ :۔ بہت کم کبھی کبھی تو خبریں پڑھنے کے دوران ہمیں خبر ملتی ہے کہ اب آپ نے یہ خبر پڑھنی ہے اور خصوصاً اس وقت بڑا عجیب لگتا ہے جب کسی اور اسٹیشن کی خبریں لگی ہوئی ہوں اور ہم مطمئن بیٹھی ہوتی ہیں کہ اچانک کیمرہ آکر ہم پر رکتا ہے اور ہمیں کہتے ہیں کہ چلیں اب آپ خبریں پڑھنا شروع کریں اس وقت اپنے آپ کو سنبھال کر خبریں پڑھنا ذرا مشکل کام ہوتا ہے۔

سوال :۔ کوئی ایسی بات جو آپ کو ٹیلیویژن پالیسی کے متعلق ناگوار گذرتی ہو ؟۔

شازیہ :۔ مجھے جو سب سے بری بات لگتی ہے وہ یہ کہ ایک ہی قسم کی خبریں سارا دن سنائی جاتی ہیں صبح کے بلٹن میں جو خبریں لگیں گی وہی شام کو، وہی رات کو حتی کہ کبھی کبھی دوسرے دن بھی وہی خبریں چلتی ہیں اب دیکھنے والے تو ہمیں برا بھلا کہتے ہوں گے کہ یہ بار بار وہی خبریں سنا رہی ہیں ان کو کیا پتہ کہ ہمیں ملی ہی یہی خبریں تھیں اور دوسری جو بری بات ہے کہ جو آج سب کچھ لوگ اخبار میں پڑھ چکے ہوں گے ان کو دوسرے دن ٹیلیویژن پر دکھایا جائے گا میں جب کوئی ایسی خبر پڑھنے لگتی ہوں تو مجھے بڑا ہی عجیب لگتا ہے اس لئے میں چاہتی ہوں کہ ٹی وی کے نیوز رپورٹر کو جلد از جلد خبر ٹی وی اسٹیشن پر پہنچانی چاہیئے اور پھر جلد ہی اس کو ٹیلی کاسٹ بھی کیا جانے میں نے کئی دفعہ اس بات کا اظہار بھی کیا کہ ایک تو پرانی خبر نہیں ہونی چاہیئے اور پھر بار بار ایک ہی خبر کو نہیں دکھایا جانا چاہیئے تو جواب ملتا ہے کہ پاکستان کی بس خبریں ہی اتنی ہوتی ہیں (شازیہ نے اس بات پر زور دے کر کہا) میں کہتی ہوں دنیا کی خبریں دکھاؤ لوگ دیکھنا چاہتے ہیں لوگ دنیا کے متعلق جاننا چاہتے ہیں آپ نے کیوں ٹیلیویژن کو ایک پنجرے میں بند کر رکھا ہے پورے بلٹن کو گھما پھرا کر

ایک دو تخصیصات تک ہی کیوں محدود کر دیا جاتا ہے۔

سوال :۔ شازیہ آپ نے پہلے ذکر کیا ہے کہ میں نیوز کاسٹر ہونے کے ساتھ ساتھ جاب بھی کرتی ہوں کیا آپ اس کے متعلق کچھ وضاحت کریں گی کہ آپ کیا کرتی ہیں؟

شازیہ :۔ میں ریجنل ڈیویلپمنٹ فنانس کارپوریشن میں لبطور اسسٹنٹ منیجر کام کر رہی ہوں سارا دن میری پبلک ڈیلنگ ہوتی ہے میں لوگوں کو کافی حد تک مطمئن کرتی ہوں سارا دن لکھنے لکھانے میں گذر جاتا ہے (مسکراتے ہوئے) لیکن یہ لکھنا صرف میرے [illegible] کے متعلق ہوتا ہے اس لئے لکھ لیتی ہوں ورنہ صحافت یا کسی اور چیز کے لئے اتنا کچھ نہیں لکھ سکتی۔

سوال :۔ کیا آپ اس جاب سے مطمئن ہیں؟

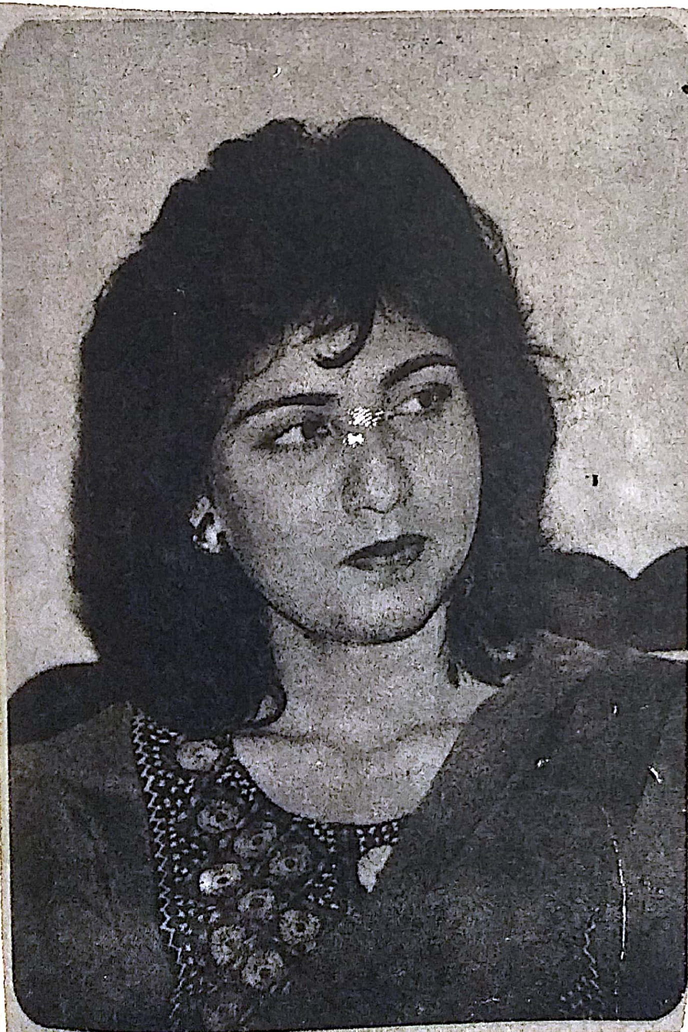
شازیہ ۔ جی بالکل، مجھے معقول معاوضہ ملتا ہے میرا پسندیدہ کام ہے میں نے ایم بی۔ اے اسی مقصد کے لئے کیا تھا اور اس سے فائدہ اٹھا رہی ہوں۔

سوال :۔ شازیہ زیادہ تر لوگ تو اس مضمون کو پسند نہیں کرتے کہ یہ بہت مشکل مضمون ہے۔

شازیہ :۔ جی ان کو آتا نہیں ہوگا اس لئے کہہ دیتے ہوں گے کہ مشکل مضمون ہے شازیہ نے زوردار قہقہہ کے ساتھ ایک بات بتائی کہ پچھلے دنوں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی کہنے لگے کہ میں نے چار مختلف مضامین میں ایم اے کیا ہوا ہے ہسٹری، اسلامیات، اردو اور فارسی، میں نے پوچھا کہ آپ کرتے کیا ہیں تو فرمانے لگے کہ فی الحال فارغ ہی ہوں تو مجھے بڑی حیرانگی ہوئی میں نے ان سے کہا کہ فائدہ کیا ہوا آٹھ سال ضائع کرنے کا اس سے بہتر تھا کہ آپ ڈھنگ سے صرف دو سال لگا لیتے اور کسی ایسے مضمون میں ایم اے کرتے جو زندگی میں آپ کو کام بھی آتا ان چار مضمونوں پر وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ کہ آپ بیروزگار پھر رہے ہیں میں ایک سخت مزاج لڑکی ہوں جس کام کا ارادہ کر لوں اس کو کر کے چھوڑتی ہوں ایم۔ بی۔ اے کا میں نے ارادہ کیا تھا اس کو پہلی پوزیشن میں پاس کر کے چھوڑا۔

سوال :۔ شازیہ آپ کا واسطہ چونکہ ایک بینک نما دفتر سے ہے خواتین کے لئے ایک بینک بنایا جا رہا ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔

شازیہ ظہیر :۔ جی یہ بالکل فضول چیز ہے یہ ایک دوسرے کے ساتھ نفرت پھیلانے والی بات ہے میں تو کہتی ہوں کہ یہ جو لڑکوں اور لڑکیوں کے کالج الگ الگ ہیں اور اب یونیورسٹیاں بھی الگ الگ ہوں گی تو یہ سب فضول باتیں ہیں مرد اور عورت اس کائنات میں ایک دوسرے کے لئے لازمی ہیں لڑکوں اور لڑکیوں کو اکٹھا پڑھنا چاہیئے میں نے خود ایسے ماحول میں پڑھا ہے ان کا آپس میں مقابلہ ہو اگر لڑکا اچھا نمبر لیتا ہے تو اس کو اس کا حق ملنا چاہیئے اور اگر لڑکی زیادہ محنت کرتی ہے تو اس کو اس کی محنت کا صلہ ملنا چاہیئے اور ہر چیز میرٹ پر ہونی چاہیئے میں نے زندگی کا ہر امتحان اور ہر کام میرٹ پر کیا ہے اور اللہ نے مجھے عزت بھی دی ہے میں مقابلے سے نہیں گھبراتی۔ مذہبی، لسانی اور صوبائی فسادات کے بعد ایک گھریلو فساد کھڑا کر دیا گیا ہے اب عورتوں کو اس بات پر قائل کیا جائے گا کہ مرد تو آپ کے ساتھ بہت زیادتیاں کرتے تھے یا مردوں کے بینک میں آپ کی عزت نہیں تھی اس طرح مردوں کو



یہ تاثر دیا جائے گا کہ آپ شریف ہونے کے باوجود بھی اپنی بیوی کے ساتھ خواتین کے بینک میں داخل نہیں ہو سکتے آپ کی بڑی بے عزتی ہے اس طرح مردوں اور عورتوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے نفرت بھری جائے گی صرف خواتین کا بینک بنانے سے کیا فائدہ ہوگا جب کوئی خاتون بینک سے پیسے لینے جائے گی کیا وہ اکیلی جائے گی؟ اور پھر بینک سے پیسے لے کر اس نے بازار سے خرید و فروخت بھی تو مرد دوکانداروں سے کرنی ہے ٹیکسی پر سفر کرے گی تو وہ بھی کوئی مرد ہوگا بسوں پر آئے گی تو تب بھی مردوں کے ساتھ سفر کرے گی عورت کسی بھی طریقے سے مرد کے معاشرے سے بچ نہیں سکتی بینک اکٹھے ہونے چاہئیں ہاں اگر وہ خواتین کو زیادہ سہولتیں دینا چاہتے ہیں تو اسی بینک میں خواتین کا کاؤنٹر الگ بنا دیں لیکن بالکل ہی بینک الگ بنانا ایک نہایت ہی فضول بات ہوگی اس سے بالکل پردے کی کچھ بھی پابندی نہیں ہوگی آپ بڑے بڑے ہسپتالوں میں دیکھیں وہاں خواتین کا علاج بھی ہوتا ہے مردوں کا بھی ہوتا ہے صرف ڈاکٹر الگ ہوتے ہیں ہسپتال تو ایک ہی ہوتا ہے ایک ہی بلڈنگ میں مردوں اور عورتوں کا علاج ہوتا ہے اس لئے یہ سیکس کا مسئلہ کھڑا کر کے بدامنی اور بے چینی پھیلانے والی بات ہے۔

سوال: شازیہ آپ مذہبی کتابیں بھی پڑھتی ہیں اخبار بھی، ہسٹری بھی آپ نے پڑھی ہوگی۔ آپ کی سب سے زیادہ پسندیدہ شخصیت کون ہے۔

شازیہ ظہیر:۔ (پسندیدہ شخصیت کے سوال پر شازیہ نے تھوڑا سا سوچ کے جواب دیا) جہاں تک شخصیت کا تعلق ہے تو ہر فیلڈ میں کوئی نہ کوئی شخصیت پسند ہوتی ہے کھیلوں میں، ادب میں، مذہب میں، سیاست میں، تقریر میں حتیٰ کہ ہر فیلڈ میں الگ شخصیت پسند ہوتی ہے اور ایسے بہت سے لوگ جن کو میں پسند کرتی ہوں اگر ان کو گننے لگ گئے تو ٹائم زیادہ لگے گا آج کل دنیا میں اور خصوصاً پاکستان میں صرف اور صرف مذہب اور سیاست کا جھگڑا چل رہا ہے میں ان کے متعلق ہی بتاتی ہوں کہ مذہب میں مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر عادت، ہر کام اور ہر کردار بہت ہی پسند ہے بلاشک وشبہ اور بلا شرکت غیر وہ میری پسندیدہ شخصیت ہیں اور سیاست میں موجودہ دور میں مجھے گوربا چوف کی پالیسیاں بہت پسند ہیں صرف مجھے ہی نہیں آج کل ہر سنجیدہ شخص ان کی اچھی پالیسیوں سے انحراف نہیں کر سکتا اور تو اور صدر بش جیسے شخص کے الفاظ ہیں کہ دورِ حاضر کے گوربا چوف دنیا کے سب سے اچھے سیاستدان ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ گذشتہ سال انہیں پوری دنیا میں The man of year کا خطاب ملا اس لئے گوربا چوف صرف (اپنا نام لیتے ہوئے) شازیہ ظہیر کے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے پسندیدہ سیاستدان ہیں۔

سوال: شازیہ کیا آپ کو آرٹ اور مصوری سے بھی کوئی دلچسپی ہے؟۔

شازیہ ظہیر:۔ اس بات کا جواب وہ تصویر ہے جو سامنے دیوار پر لگی ہوئی ہے (وہ بلاشک وشبہ میری اس بات کا جواب تھی میں نے زندگی میں کبھی اتنی اچھی تصویر نہیں دیکھی ایک نہایت ہی خوبصورت عورت کی تصویر تھی جو بال کھولے اپنے گھر میں کسی سوچ میں بیٹھی ہوئی ہے اور آہستہ آہستہ آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر خوبصورت گالوں سے نیچے سرک رہے ہیں اس تصویر کو دیکھ کر کوئی بھی انسان کسی گہری سوچ میں ڈوب جاتا ہے اور شاید میرے ساتھ بھی یہی ہوا میں عموماً انٹرویو کے دوران ٹیپ لگا لیتا ہوں لیکن شازیہ ظہیر کا انٹرویو کرتے وقت ٹیپ ریکارڈ لگا کر میز پر رکھا ہوا تھا لیکن اس کا بٹن دبانا بھول گیا انٹرویو ختم ہونے کے بعد شازیہ نے کسی کھانے پر جلدی جانا تھا بہر حال شازیہ کی کی ہوئی گفتگو میرے دل پر لکھی جا چکی تھی اور گھر آ کر میں نے اس انٹرویو کو تیار کر لیا شاید وہ تھوڑی دیر اور ہمارے پاس بیٹھتیں تو وہ غمگین تصویر میں ان سے مانگ ہی لیتا۔

انٹرویو کے دوران شازیہ ظہیر نے سرخ رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا وہ اس طرح تیاری میں تھیں کہ جیسے وہ ابھی سے خبریں سنانا شروع کر دیں گی انہوں نے اٹھنے سے پہلے ایک پیغام اپنے ہموطنوں اور خصوصاً نوجوانوں کے لئے دیا کہ آپس میں محبت اور بھائی چارے کی فضا قائم کرو خدا کے لئے کسی کے پیچھے لگ کر کرائے کے قاتل نہ بنو اپنا مستقبل تباہ نہ کرو اس پیغام کے دوران انہوں نے اپنے متعلق بتایا کہ قائداعظمؒ یونیورسٹی میں، میں ایک ایسی تنظیم کی صدر تھی جس سے جمعیت والوں کا کام بھی پڑتا تھا پاکستان پیپلز پارٹی والوں کا بھی اور مسلم لیگ اسٹوڈنٹس فیڈریشن والوں کا بھی اور میں سب کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرتی تھی یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی کو مجھ سے کوئی شکوہ نہیں ہوتا تھا انہوں نے بتایا کہ اب بھی تعلیم حاصل کر رہی ہوں کبھی فارغ نہیں رہتی ہر وقت کچھ نہ کچھ کرنے کی جستجو رہتی ہے اللہ نے اتنی چھوٹی عمر میں بہت عزت دی ہے اور آئندہ بھی اللہ سے بہتری کی امید رکھتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ اللہ ہمیشہ اپنی امان میں رکھے اس کے ساتھ ہی انہوں نے ہمیں اپنے والد محترم کے حوالے کیا کہ آپ اب ان کے ساتھ گپ شپ لگائیں آپ کے صحافی دوست ہیں اور مجھے اب اجازت دیں میری سہیلیاں میرا انتظار کر رہی ہیں میں نے جلدی کہیں جانا ہے اس کے ساتھ ہی شازیہ کے ساتھ انٹرویو کا رابطہ ٹوٹا اور وہ اجازت لے کر رخصت ہو گئیں۔

قومی زاویہ

ایم کیو ایم کا وجود اور منشور

فہد الرحمٰن ملک

گذشتہ سات آٹھ سالوں سے یہ تنظیم کراچی میں بڑی سرگرم ہے بڑی دھوم دھام سے یہ لوگ کام کر رہے ہیں لیکن اتفاق ہے کہ تمام ممبران اسمبلی میں ایک بھی بالغ ممبر اسمبلی نہیں ہے یہ ایک نئی سیاسی اور لسانی تنظیم مارشل لاء کی پیداوار ہے مارشل لاء لگانے کے بعد جب ضیاء الحق کو یہ محسوس ہوا کہ اس نے ایک بہت بڑی غلطی کر لی ہے تو اس کو کور کرنے کے لئے اس کے مختلف فرقوں اور لسانی تنظیموں کا سہارا لینا شروع کر دیا اور پوری قوم کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کر دیا اور پاکستان میں اس قدر ہنگامے، قتل و غارت اور دھماکے ہوئے کہ ان کی مثال نہیں ملتی پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں تو یہ روز کا معمول بن گیا جب حیدرآباد والوں نے دیکھا کراچی والے تو یہ کچھ کر رہے ہیں تو انہوں نے بھی ان کا ساتھ دینا شروع کر دیا اور تاریخ والوں نے کراچی اور حیدرآباد کے حالات کسی بھی طرح بیروت سے کم نہیں ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حالات کیوں اور کس وجہ سے یہاں تک پہنچے کراچی تو قائداعظم ؒ کا شہر ہے کراچی تو پاکستان کے بانیوں کا شہر ہے کراچی تو بیروزگاروں اور غریبوں کا مائی باپ کہلاتا تھا۔

اس کو پچھلے چھ سات سالوں میں کیا ہو گیا ہر شخص اپنی بات گولی کے زور پر منوانے کی کوشش کرتا ہے ہر روز دھماکے اور قتل و غارت ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ سندھ سے پنجابیوں کو نکالنے کے لئے یہ اتنا کچھ ہوتا ہے کبھی کہتے ہیں کہ سندھیوں اور مہاجروں کا آپس میں جھگڑا ہے کبھی کہتے ہیں سندھی پنجابیوں کو پسند نہیں کرتے یہ سب کہنے کی باتیں ہیں میں خود ایک پنجابی ہوں، پنجابیوں کے دلوں میں سندھیوں کی جو عقیدت، محبت اور احترام ہے وہ شاید سندھیوں کو خود بھی معلوم نہیں ہم پنجابی سندھ کی مٹی کا بھی احترام کرتے ہیں سندھ باب السلام ہے سندھ سے ہی برصغیر میں اسلام داخل ہوا پھر سب سے پہلے سندھی زبان میں ہی برصغیر میں قرآنِ پاک کا ترجمہ کیا گیا آج بھی پاکستان میں جہاں اور دریا بہتے ہیں وہاں دریائے سندھ نے بھی اپنی ایک انفرادیت قائم کی ہوئی ہے دریائے سندھ گلگت سے چلتا ہے تمام شمالی ریاستوں اور پاکستان کے چاروں صوبوں کو موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پروتا ہوا جا کر سمندر میں گرتا ہے پھر اس کا اعلیٰ ظرف بھی ہے کہ باقی تمام دریاؤں کو بھی اپنے دامن میں سمیٹتا ہوا گرتا ہے تو وہ بھی جا کر بحیرۂ عرب میں سے لے کر خانۂ خدا اور گنبد خضرا تک کبھی نہ ٹوٹنے والا رابطہ قائم ہوئے ہے اتنی مقدس اور پیاری چیز کو ہم اپنے آپ کو کیسے جدا کر سکتے ہیں میں یہ آج دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کبھی بھی اگر سندھ اور پنجاب کے درمیان کوئی دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کی گئی

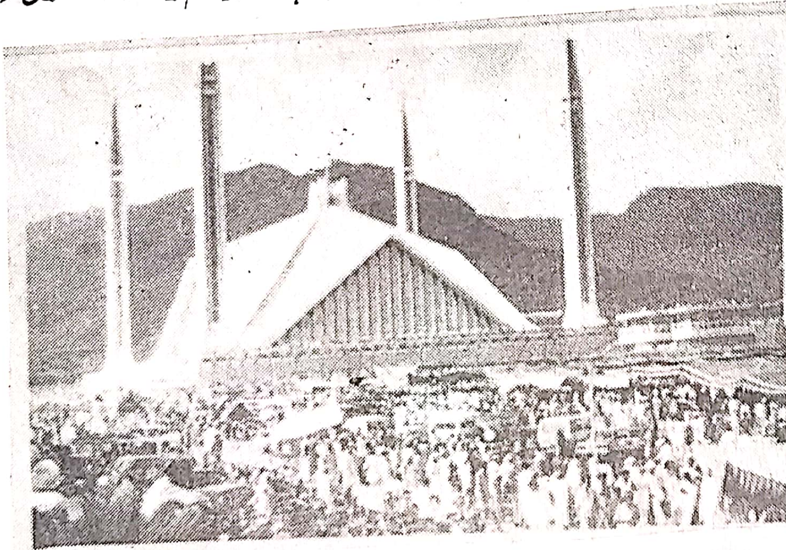
تو پنجابی اس کو ٹکریں مار مار کر توڑ دیں گے یہ ایک خاص گروہ ہے جو سندھیوں اور پنجابیوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے، ہم پہلے بھی سندھ کا احترام کرتے تھے اب بھی کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے ایم کیو ایم (جس کے متعلق بعض حلقوں کو گمان ہے کہ یہ "را" کی ایجنٹ ہے) نے ان دونوں بڑے شہروں کا سکون تباہ و برباد کیا ہوا ہے اس میں آ کر کچھ خاص لوگ جو انڈیا سے ٹریننگ کر کے آتے ہیں اور اتنے منظم طریقے سے وارداتیں کرتے ہیں کہ ہماری سپیشل سروسز گروپ (ایس، ایس۔ جی) کے لوگ بھی ان کو گرفتار نہیں کر سکتے آرمی، پولیس، گوریلا سروس اور کرفیو ہر چیز ان کے سامنے بے بس نظر آتی ہے ہم یہ کیسے مان لیں کہ یہ وارداتیں کرنے والے سندھی ہیں اگر سندھی ہوں تو وہ لاڑکانہ، سکھر، روہڑی جیسی جگہوں پر بھی ہر وقت کرفیو کے حالات برپا رکھیں لیکن وہاں کبھی ایسا نہیں ہوتا یہ حالات صرف دو شہروں تک محدود ہیں جہاں مہاجر قومی موومنٹ کی اکثریت ہے ان کی سیاسی سوچ کسی کے ساتھ بھی نہیں ملتی ایک دن پیپلز پارٹی کی حکومت کو اپنی پوری وفاداریاں پیش کرتے ہیں تو دوسرے دن آئی جے آئی کے مہمان یا میزبان ہوتے ہیں اب تک دونوں بڑی سیاسی پارٹیاں ان کی وفاداریوں سے مشکوک

بقیہ صفحہ ۳۲ پر

۱۷ اگست ضیاء الحق کی قبر پر آنے والے کون لوگ تھے

تحریر: فیصل الرحمٰن ملک

۱۷ اگست کا دن پاکستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اتنے زیادہ اعلیٰ افسروں کی ایک دن موت بہت بڑا حادثہ تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بڑی المناک بات یہ ہے کہ اس حادثے میں باقی شہید ہونے والے ۲۹ لوگوں کو بالکل بھلا دیا گیا ہے اور ایک شخص کی موت کو اتنا اہم بنا لیا گیا دکھ صرف اس بات پر ہوتا ہے کہ باقی لوگوں سے کیا قصور ہوا تھا کہ ان کے نام ۱۷ اگست ۱۹۸۹ء کو کسی نے نہیں لئے جب یہ آنے والے لوگ اتنے دور دراز علاقے سے اسلام آباد پہنچ گئے تھے تو باقی شہداء جو اسی حادثے میں شہید ہونے کے بعد اسلام آباد میں ہی دفن ہیں کاش یہ لوگ ان کی قبر پر بھی جا کر فاتحہ کہہ آتے ان لوگوں کی قبروں پر جاتے کا انہیں کوئی سیاسی فائدہ نہیں تھا تو ان کو کیا ضرورت تھی اپنی کلام پاک یا فاتحہ شریف پڑھ کر ضائع کرتے کی اس دن کی اہمیت کے ساتھ ساتھ دو باتیں جنہوں نے سب کو سسپنس میں ڈالا ہوا ہے اور سب لوگ سوچ رہے ہیں ان کی رہنمائی کے لئے چند الفاظ لکھ رہا ہوں پہلا جھگڑا تو یہ چل رہا ہے کہ آئی جے آئی کی نظر میں اس دن اکٹھے ہونے والوں کی تعداد لاکھوں میں تھی وہ تو پانچ لاکھ بتاتے ہوئے بھی نہیں جھجکتے جب کہ ان کی مخالف اور ملک کی سب سے بڑی



سیاسی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کی نظر میں وہ تمام لوگ بائیس یا تیئیس ہزار کے لگ بھگ تھے لیکن مجھ جیسا صحافی تو اندازہ اس طرح لگا سکتا ہے کہ شہر میں چلتے وقت اگر اشارہ صرف ایک منٹ کے لئے بند ہو تو ایک میل لمبی قطار لگ جاتی ہے یا عموماً جیسا ہوتا ہے اگر جی ٹی ایس کی کوئی کھٹارہ بس سڑک کے درمیان خراب ہو جائے تو میلوں لمبی لائن لگ جاتی ہے اور کئی کئی گھنٹے ٹریفک معطل رہتی ہے تو کیا ہم یہ اندازہ لگا لیں کہ وہ میلوں تک کھڑی ہوئی تمام گاڑیاں اس جی ٹی ایس کی بس کے احترام میں رک گئی ہیں یہ ان کی مجبوری ہے کہ ان کو کوئی راستہ نہیں ملتا ۱۷ اگست بھی چونکہ ورکنگ دنوں کا آخری دن تھا اور دعا کا ٹائم بھی چھٹی کے وقت رکھا گیا تھا اس لئے وہ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ



اس مجبوری سے سڑکوں پر پھنس گئے کہ ان کو جانے کے لئے ٹرانسپورٹ کے راستے جان بوجھ کر بند کر دیئے گئے تھے اسلام آباد میں کام کرنے والے لوگوں میں تقریباً ۹۸ فیصد لوگ باہر کے ہیں ان میں سے تقریباً ۶۰ فیصد لوگ جمعہ جمعرات کی چھٹی پر اپنے گاؤں چلے جاتے ہیں ہر طرف سے ٹریفک جام کر کے ان کو اپنے جلوس میں شامل کر لیا گیا ۱۷ اگست کو بھی ایسا ہی ہوا پنجاب کی انتظامیہ نے بسوں کو پکڑ پکڑ کر جبراً اسلام آباد بھیجا ہر گاڑی کے کاغذات متعلقہ تھانوں میں جمع تھے ان کے پاس صرف جلوس کے لئے اس تھانیدار کی رسید ہوتی تھی ان بے قصور قیدی گاڑیوں نے آ کر حکم کے مطابق اسلام آباد کی سڑکیں بلاک کر لیں ان کی رکی ہوئی گاڑیوں میں مجھ جیسے بے قصور بھی وہاں پھنس گئے جن کو آئی جے آئی والوں نے اپنے حق میں گن لیا حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی نہ تو [illegible] اتنی گاڑیاں تھیں نہ ہی اتنے لوگ تھے صرف لوگوں کا راستہ روک کر ان کو بھوکا پیاسا رکھا گیا۔

اس بحث کے ساتھ ساتھ ایک جو سب سے اہم بات لوگوں کے دلوں میں بار بار آ رہی ہے کہ آخر وہ کون لوگ تھے جو ۱۷ اگست کو ضیاء الحق کی قبر پر گئے۔

مسلم لیگ نے تو اس برسی کا بائیکاٹ کیا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود اگر لوگ کہتے ہیں کہ وہ مسلم لیگی تھے تو وہ مسلم لیگی قائداعظمؒ کے مزار پر کیوں نہیں جاتے اگر ۱۱ ستمبر کو اتنی ہی بسیں پنجاب سے کراچی قائداعظمؒ کے مزار پر گئیں تو ہم بھی مان لیں گے کہ وہ مسلم لیگی تھے بقول شخصے اگر ہم یہ تصور کریں کہ مسلم لیگ والے ضیاء الحق کی قدر اس وجہ سے کرتے ہیں کیوں کہ وہ اعجاز الحق کے والد تھے اور اعجاز الحق اب مسلم لیگ کے سرگرم رکن ہیں تو اس بات پر میں یہ کہتے ہوئے حق بجانب ہوں گا کہ

"ماؤ دی سوکن دھیو دی سہیلی" (ماں کی سوکن اور بیٹی کی سہیلی) ضیاء الحق نے تو ۳۰ مئی ۱۹۸۸ء کو اس مسلم لیگ کے متعلق بہت کچھ کہا تھا کیا وجہ ہے کہ وہی پارٹی ان کے فرزند ارجمند کو اس قدر پسند آئی کیا وہ اپنے باپ کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ بھی بھول گئے ہیں جس میں ضیاء الحق نے مسلم لیگ کو چوروں اور لٹیروں کا ٹولہ قرار دیا تھا آج اس ٹولے کا ممبر اعجاز الحق بھی ہے کاش اپنے پیارے بیٹے کی یہ وفاداریاں جنرل محمد ضیاء الحق اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔

جب مسلم لیگ کے صدر محمد خان جونیجو نے یہاں آنے کے لئے کسی کو نہیں کہا تھا تو یقیناً یہ مسلم لیگی نہیں تھے۔

اور اگر ہم یہ تصور کریں کہ وہ جماعت اسلامی والے تھے تو ان کی نظروں میں تو قبروں پر جانا اور دعا کرنا حرام ہے وہ یہ حرام کام کبھی نہیں کر سکتے تھے اگر وہ مسلم لیگی بھی نہیں تھے اور جماعت اسلامی والے بھی نہیں تھے تو پھر کیا ہم یہ مان لیں کہ وہ پیپلز پارٹی والے تھے لیکن وہ تو اس قدر انتہا پسند جماعت ہے کہ وہ لوگ تاجِ مسیح کی قبر پر چلے جائیں گے لیکن ضیاء الحق کی قبر پر کبھی نہیں جا سکتے۔

اور اگر ہم یہ تصور کریں کہ وہ کسی سیاسی جماعت کے لوگ نہیں تھے بلکہ صرف اور صرف اسلام میں ڈوبے ہوئے سخت محب وطن پاکستانی تھے۔ تو پھر وہ اسلام آباد پہنچ کر اتنے کنجوس کیوں ہو گئے کہ انہوں نے باقی شہداء کی قبروں پر جانا بھی پسند نہ فرمایا اور فاتحہ شریف کہنے کی بھی کنجوسی کی اگر اتنے ہی وہ شہداء کا احترام کرنے والے لوگ تھے تو وہ چھ ستمبر اور دوسرے اہم قومی دنوں پر عزیز بھٹی شہید، میجر سرور شہید، راشد منہاس، غازی علم دین، غازی مرید حسین اور دوسرے ایسے ہی جانثاروں کی قبروں پر کیوں نہیں جاتے جنہوں نے پاکستان اور اسلام کی سلامتی کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ یہ فقط اور فقط موسمی بٹیرے تھے جو اقتدار کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں جن کو کوئی بتا دیتا ہے کہ اس قبر سے آپ کو اقتدار ملے گا تو یہ دن رات اسی کی پوجا پاٹ میں لگے رہتے ہیں ان کا نہ کوئی مذہب ہوتا ہے نہ کوئی سیاست ہوتی ہے نہ کسی سیاسی جماعت سے کوئی

باقی صفحہ ۳۲ پر

گلشن کا ہے بازخواں

اور جب غیر مسلم مجسٹریٹ نے مقامی لوگوں کو انتقامی کاروائیوں کا نشانہ بنایا۔

تحریر: خواجہ محمد بشیر (مرحوم)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب پنجاب اور ہندوستان میں مختلف سیاسی تحریکوں نے جوار بھاٹے (مدوجزر) کی صورت اختیار کی ہوئی تھی ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے کا سا سماں بندھا ہوا تھا ہندوستان گیر خالص بظاہر سیاسی جماعت کانگریس تھی جس میں ہندو مسلمان سب شریک تھے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ جب کانگریس پر ہندوویت نے اپنا تصرف جمانا شروع کیا تو مسلمان زعما نے محسوس کیا کہ اب کانگریس کے ساتھ مسلمانوں کا اشتراک عمل قائم نہیں رہ سکتا کیوں کہ اکثریتی قوم ہونے کی وجہ سے ہندو زعما نے کانگریس پر ہندوازم کی چھاپ لگانا شروع کردی تھی اور پنڈت نہرو نے بھی کہہ دیا تھا کہ ہندوستان میں صرف انگریز اور کانگریس ہی دو طاقتیں ہیں اس وقت حضرت قائداعظمؒ نے پیرانہ سالی



صاحبِ مضمون

میں اپنا لنگر لنگوٹ کسا اور مسلمانوں کو بحیثیت ایک قوم کے ہندو کے غلبہ اور انگریز کی استعماریت سے نجات دلانے کی ٹھان لی چنانچہ مسلم لیگ کے تنِ مردہ میں روح پھونکنے کی غرض سے ہندوستان گیر دورے کئے مسلمان زعما اور عوام الناس کو کانگریس اور انگریز کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کیا اور گلی گلی قریہ قریہ مسلمانوں کو خواب غفلت

سے جگانے کے لئے دن رات ایک کر دیا اسی دوران پنجاب میں مقامی تحریک کے قضیہٗ مسجد شہید گنج اور تحریک کشمیر کی بنا پر مجلس احرار نے بھی نام پیدا کیا مولانا ظفر علی خان کی جماعت نیلی پوشں نے (بمقابلہ سرخپوش) بھی اپنی زندگی کا ثبوت دیا مسلمانوں میں ہندوستان گیر تحریک کے طور پر مسلم لیگ نے بھی سیاسی بیداری پیدا کرنی شروع کی ادھر ہندوؤں نے اپنی دیرینہ روش کو قائم رکھتے ہوئے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو آئے دن بھڑکانے کی کوشش کی کبھی دہلی میں کسی ہندو نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شانِ اقدس میں گستاخی کی تو اس کی سزا کسی مجاہد کے ہاتھ سے پائی کبھی کلکتہ میں کوئی بدبخت اپنے انجام کو پہنچا تو کبھی کراچی میں کسی غازی کے ہاتھوں کوئی شاتم رسولؐ جہنم رسید ہوا اسی زمانے میں علاقہ دھنی کے غازی مرید حسین نے ایک ہندو ڈاکٹر گستاخِ

رسول ﷺ کو کرنال میں واصلِ جہنم کیا اور خود سعادت
دارین حاصل کر کے موضع کھلہ کینل چکوال میں
آسودۂ استراحت ہوئے

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

چنانچہ اس دور میں پنجاب و ہندوستان
میں ہندو مسلمانوں میں سیاسی اور مذہبی محاذ دل
پر مقابلہ زوروں پر تھا ہندو عموماً تجارت تعلیم
اور سرکاری ملازمت میں چھائے ہوئے تھے
مسلمانوں میں تعلیم اور سرمایہ کی کمی کی وجہ سے
احساس محرومی تھا نیز یہ جانتے ہوئے کہ انگریز
نے مسلمانوں سے ہندوستان کی حکومت بہت
حیلہ و مکر چھینی تھی اور اب ایک سو سال بعد
وہ مسلمان قوم ہندوستان میں انگریز کی غلام
بن کر زندگی گذار رہی تھی لیکن ؎

بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

کے مصداق یہ نظر آ رہا تھا کہ جلد یا بدیر
ایک دن انگریز کو یہ ملک چھوڑ کر جانا پڑے
گا اور آخر ہندوستان کی باگ ڈور ہندوستانیوں
کے ہاتھ میں آنی ہے چنانچہ یہ حالات دیکھتے
ہوئے حضرت علامہ اقبالؒ، حضرت قائد اعظم
محمد علی جناحؒ، علی برادرانؒ، مولانا ظفر علی
خانؒ علامہ مشرقیؒ دعظیم اور دیگر ان گنت
حضرات نے مسلمان قوم کو آنے والی آزادی کے
حصول کیلئے اپنے اپنے زاویۂ نگاہ سے تیار
کرنے کی ٹھان لی چنانچہ ملک گیر پیمانے پر سیاسی
جماعتوں کو فعال بنایا گیا اور مذہبی تنظیمیں قائم
کی گئیں میں اس وقت گورنمنٹ ہائی اسکول چکوال
کا طالب علم تھا حضرت علامہ اقبالؒ کے وصال
کی اطلاع آنے پر ہیڈ ماسٹر شیخ نصیرالدین مرحوم
نے باقاعدہ اسکول میں اعلان کیا اور اس روز
چھٹی منائی گئی پھر ایک دن غازی مرید حسین
کی شہادت کی خبر ملی تو ہم لوگ پیدل بھلہ
شریف میں غازی صاحب کا جنازہ پڑھنے گئے
اسکول سے چھٹی کر لی اس زمانے میں سیاست
کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں مذہبی رنگ
بھی بہت نمایاں تھا ملتان میں ایک ہندو اس
لئے قتل ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کے قبیلے کی طرف
ٹانگیں لمبی کر کے لیٹا ہوا تھا ہندو بھی مسلمانوں
کی دل آزاری کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے
تھے چکوال میں خلافِ معمول سکھوں نے
برچھے وغیرہ لے کر مسلمان محلے سے گذرنا شروع
کر دیا لیکن مسلمان زعما جن میں نمایاں ترین
حضرت الحاج خواجہ فضل کریمؒ (انوار آبادی)
اور ان کے رفقاء قاضی غلام ربانی تاحیات
ناظم انجمن اسلامیہ و قاضی غلام احمد خان و دیگر
عمائدینِ شہر شامل تھے کہ بروقت انتباہ اور
کاروائی نے سکھوں کے دم خم نکال دیئے اور
سر پر غرور جھک گیا ورنہ اس موقع پر اہالیانِ
علاقہ چکوال تو اپنی شجاعت کے جوہر دکھانے
کے لئے ہزاروں کی تعداد میں اطراف و الجہات
سے یہاں پہنچ گئے تھے چنانچہ ہمارے علاقہ
چکوال میں بھی یہی حالات تھے کہ ایک طرف
غیر مسلم اقوام سے زندگی کے ہر میدان میں مقابلہ
تھا دوسری طرف ہندوستان کو انگریز سے
چھٹکارا دلا کر آزادی حاصل کرنے کا عزم،
ہمارا علاقہ چونکہ فوجی قسم کا شمار ہوتا تھا اس
لئے یہاں کے چند مجاہدین نے ایک خفیہ
جماعت قائم کر کے دفاعی ہتھیاروں کا
حصول اور اپنے رفقاء کو اسلحے کا استعمال
سکھانا شروع کیا اس زمانے میں ملک کے
اندر اسلحے کا حصول مشکل تھا انگریزی حکومت
نے بڑی سختی کی ہوئی تھی عدالتیں سخت سزائیں
دیتی تھیں آج کل والی رشوت اور سفارش
اتنی نہ تھی بہر کیف اسلحہ حاصل کرنا ایک ہی
جگہ سے ممکن تھا اور وہ تھا قبائلی علاقہ،
چنانچہ خفیہ طور پر قبائلی علاقہ سے چند پستول
اور رائفلیں وغیرہ لائی گئیں دستی بم اس گروہ
نے خود بنا لئے تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں
اس وقت خاکسار جماعت بھی اپنے نظم و
ضبط اور فوجی قواعد و ضوابط کی بنا پر نوجوانوں
کے لئے خصوصاً بڑی پرکشش تھی جب خاکسار
رضاکار محلے اور گلیوں سے مارچ کرتے گذرتے
تو لوگ بڑے اشتیاق سے انہیں دیکھتے یورپ
پر جنگ کے بادل چھانے والے تھے چنانچہ
۱۹۳۹ء میں ہٹلر نے اپنی تیاری مکمل کر کے پولینڈ
بلیجیم، ہالینڈ، فرانس پر حملہ کر دیا اور اس طرح
دنیا میں جنگِ عظیم دوم کی ابتدا ہو گئی ایک
طرف انگریز اور فرانس، بلیجیم، ہالینڈ وغیرہ تھے
تو دوسری طرف جرمنی اور اٹلی، بعد میں روس،
امریکہ اور جاپان بھی اس جنگ میں شامل ہو
گئے ہندوستان میں انگریزی سامراج کا سورج
غروب ہوتا نظر آنے لگا اور ادھر ہندو اور
مسلمان دونوں قوموں نے حصول اقتدار کے
زخم مہلک تھا چنانچہ سازشیوں نے مضروب
کو سمجھا بجھا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ نزعی
بیان میں بجائے قاضی مظہر حسین کے مولوی
منظور حسین کا نام بطور قاتل لکھوایا جائے حالانکہ
حقیقت اس کے برعکس تھی چونکہ مخالفین
منظور صاحب کو ہی اپنے اقتدار کے لئے
باعث خطرہ سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی
طرح ان کو اپنے راستے سے ہٹایا جائے قاضی
مظہر کو وہ اپنے مقابلے میں زیادہ اہمیت
نہ دیتے تھے اس وقت تھانہ ڈوہمن کے
انچارج ایک مسلمان تعلیم یافتہ آفیسر
صدیقی صاحب (بی۔ اے) تھے وہ موقعہ
پر پہنچے حالات کا جائزہ لیا اور صحیح طور پر
تفتیش کر کے اصل واقعات کا پتہ چلا لیا
کہ اس واقعے سے مولوی منظور حسین کا کوئی
تعلق نہیں ہے چنانچہ انہوں نے بعد از
مزید تفتیش قاضی مظہر کا ہی چالان کیا اس
وقت چکوال میں جماعتِ مجاہدین کے نمایاں
کارکن اور عہدے داروں میں مندرجہ ذیل
حضرات شامل تھے ماسٹر عبدالعزیز و ماسٹر
عطائے ربی پرائمری اسکول ٹیچر تھے خواجہ
صوفی محمد عمر اور خواجہ محمد گل انور، خواجہ
افضل حق اور خواجہ محمد گل سیٹھی تجارت پیشہ
برادری خواجگان کے افراد تھے ماسٹر عبدالعزیز
اور صوفی محمد عمر صاحبان خاکسار تحریک
چکوال کے بانی یا عمل رکن تھے خواجہ محمد
عمر صوفی بعد میں ناظم اعلیٰ خاکسار تحریک

اور صاحب نشان بھی تھے کل تین آدمی بلئے ہندوستان ، ہیں ماسٹر عبدالعزیز بڑے خوش مزاج اور مشہور شاعر تھے مثلاً ایک دفعہ ایک مقامی مشاعرے میں شریک تھے اچھے خاصے لوگ شعرا کا کلام سن رہے تھے مجمع بڑا سنجیدگی سے مشاعرہ سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ ماسٹر صاحب ایک دم اچھلے ہوا میں ہاتھ پھیلا کر کھڑے ہوئے اور فی البدیہہ گویا ہوئے ہٹوائے تکو تم نے کیسا غل مچایا ہے تمہاری شاعری سے مرے دم میں ناک آیا ہے وعلیٰ ھذا سامعین ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے ، سائیکل پر کرتب دکھاتے رہتے تھے بچھو کو ڈنگ والی جگہ سے خالی ہاتھ سے پکڑ کر شرط جیت لیتے تھے بہت دلیر اور باعزم انسان تھے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی تھی مولوی محمد عارف مجاہد مولوی تھے ہر وقت کلام اقبال میں سے شکوہ جواب شکوہ ترنم سے گنگناتے رہتے تھے بہت خوش اخلاق انسان تھے عہد صدیقی و فاروقی کو واپس لانا چاہتے تھے اوڑھنا بچھونا دین اور دین کی خدمت تاکہ مسلمان قوم سربلند و سرفراز ہو ان کے والد بزرگوار مولوی محمد امین نہایت نیک سیرت اور فرشتہ خصلت بزرگ تھے اسلامیہ اسکول میں اول مدرس تھے آخری عمر میں عازم حج ہوئے تو خواہش تھی کہ میں موت مانگتا ہوں زمین حجاز میں اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو بھی شرف قبولیت بخشا اور خاک حجاز میں آسودہ خواب ہوئے صوفی محمد عمر بھی اس قافلے کی جان تھے اپنے کاروباری مشاغل کی وجہ سے زیادہ تر کلکتہ اور ہندوستان و پنجاب کے مختلف علاقوں میں سفر کرتے رہتے تھے لیکن جب چکوال آتے تو بزم آرائیاں شروع ہو جاتی تھیں ان احباب کی سرگرمیوں کے مراکز میں سے ایک ہمارا گھر بھی تھا۔

— جاری ہے —

شہ پارے

ملک فدا الرحمٰن

- سیور ریفل ٹکٹ شرعاً حرام ہے ۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کا فتویٰ ۔
اما ایک ٹکٹ مفتی صاحب کا اپنا نکال دیں تو سارا سیور ریفل حلال ہو جائے گا ۔
- دہشت گردوں کی نشاندہی پر انعام دیں گے ۔ سرکاری ترجمان ۔
انعام لینے کے بعد دہشت گرد وہ انعام کھاتے کس کو دیں گے ۔
- اسلامی جمہوری اتحاد اور پیپلز پارٹی کے پاس کوئی پروگرام نہیں ۔ طاہر القادری
مولانا آپ اپنا منشور تو بھجوائیں تاکہ آپ کے رچھ کان بھی ہم دیکھ سکیں ۔
- ریل کے کرایوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا ۔ ظفر لغاری ۔
آپ لوگوں نے تو بجٹ میں بھی کچھ نہیں اضافہ کیا تھا سرخ مرچ ۸۰ روپے فی کلو بھی نہیں ملتی
- وزیر اعلیٰ پنجاب سیاسی مخالفین کو انتقام کا نشانہ بنا رہے ہیں ۔ سید ذاکر حسین شاہ
ہتھ پیتے دی گل اے آپ لوگوں کا بھی بس نہیں چلتا ورنہ ! ....
- وزیر اعظم نے پبلیس منٹ بیورو سے بھرتی کے اختیارات واپس لے لئے ۔ ایک خبر
بڑی مشکل سے پبلیس منٹ بیورو تک درخواست پہنچائی تھی اب پھر کس در کی ٹھوکریں کھائیں گے خدا جانے ۔
- رضاعی بہن سے شادی والا مسئلہ بین الاقوامی سطح تک پہنچ گیا ۔ ایک خبر ۔
ہلے اللہ : یہ کیسی چھٹی ہوئی باتیں کرتے ہیں ہمیں تو لکھتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے ۔
- پیپلز پارٹی جھوٹے پروپیگنڈے کے سہارے چل رہی ہے ۔ اصغر خان
کبھی اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال لیا کرو ۔
- چین ہر مشکل میں پاکستانی عوام کا ساتھ دے گا ۔ چینی سفیر
اس سے زیادہ مشکل وقت کب آئے گا جب چینی نو روپے سے پندرہ روپے ہو گئی ہے ۔
- بے پناہ مسائل کا کوئی شارٹ کٹ حل ممکن نہیں ۔ بیگم اشرف عباسی
باقی مسائل کو رہنے دو خدا کے واسطے مہنگائی کو کنٹرول کرو ۔
- پیپلز پارٹی پنجاب کی ہائی کمان نے ہمارا چکوال میں ساتھ نہ دیا تو میں ان کو چوڑیوں کا تحفہ بھیجوں گا ۔ سردار غلام عباس ۔
سردار صاحب کا تیٹے میری طرف سے اور ٹکا مقبول ہاشمی کی طرف سے بھیج دینا ۔
- غلام مصطفیٰ جتوئی نے فیصل مسجد میں نماز ادا کی ۔ ایک خبر ۔
یہ تو آج پتہ چلا کہ جتوئی صاحب کو نماز بھی آتی ہے ۔
- اعجاز الحق کا مسلم لیگ سے گہرا لگاؤ ہے ۔ نواز شریف
ماؤ دی سوکن دھیو دی سہیلی (ماں کی سوکن اور بیٹی کی سہیلی)
- ہم مخالفین کی باتوں کا منہ توڑ جواب دیں گے ۔ خان بہادر خان
آپ آگے پیچھے سے خان ہیں آپ کا تو نام سن کر ہی ڈر لگتا ہے ۔

جوگ، جوگی اور تصوف

تحریر: صفدر حسین تھنوگل

موضوع کی مناسبت سے یہ نکتہ یقیناً بنیادی نوعیت کا ہے کہ پہلے یہ طے کیا جائے کہ خود تصوف کی اسلام میں کتنی گنجائش ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے کیا واقعی تصوف تعلیمات اسلام میں ہی پیوست ہے یا پھر تصوف مسلمانوں میں روحانیت کی موجودگی اور اس میں بالیدگی کا دوسرا نام ہے شریعت اور طریقت دو الگ الگ اور باہم متصادم نظریات ہیں یا یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں دوسرے مذاہب مثلاً یہودیت، عیسائیت اور ہندویت اور بدھ مت کیطرح اسلام میں بھی ابھر آنے والی رہبانیت کا مظہر تصوف ہے یا اسلامی تصوف کا دیگر مذاہب میں پائی جانے والی رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں وغیرہ، وغیرہ اس نکتہ کی اپنی جگہ اہمیت ہو سکتی ہے مگر اس چھوٹے سے مضمون میں اس موضوع کا احاطہ کرنا ممکن نہیں علاوہ ازیں خود مسلمانوں کے ہاں اس کے متعلق اپنے متضاد نظریات قائم ہیں کہ انہیں یہاں چھیڑنا قطعاً مناسب نہ ہوگا اس لئے اس موضوع کو کسی دوسری اہل علم شخصیت کیلئے چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور یہ فرض کرتے ہیں کہ تصوف کا تعلیمات اسلام کی رو سے کچھ بھی مقام کیوں نہ ہو مگر یہ طے ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کے پیغام کو غیر مسلموں کے قلب میں اتارنے کا کام جس طرح اولیاء اللہ نے سرانجام دیا وہ کام بادشاہوں کی تلواروں سے بھی ممکن نہ ہوا۔

برصغیر میں (بلکہ پوری دنیا میں) اہل تصوف کا کردار ہندوستانی رہبانیت کے مقابلے میں نہ تو کم تر ثابت ہوا اور نہ ہی اہل تصوف نے ہندوستانی راہبوں کے مقابل ہونے میں کبھی کمزوری دکھائی بلکہ بڑے بڑے سادھوؤں، بھکشوؤں اور جوگیوں کو جب بھی غیب سے شکتیاں (توانائیاں یا روحانی طاقتیں) دان ہوئیں تو انہیں یہ شکتیاں وحدت الوجود وغیرہ کا نظریہ قبول کرکے ہی ملیں "ہر میں" "ہر کا" ہندوستانی راہبوں کا فلسفہ یا تو خدا یا بھگوان کو ایک ماننے کا ہی فلسفہ ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں بقول اسد الرحمٰن قدسی، مسلمان صوفی اپنے مقامِ آغاز پر کھڑا ہو کر ابتدا کرتا ہے یہاں اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ اسلام یا تصوف کا تصور وحدت الوجود اور جوگیانہ وحدت الوجود میں بہت فرق ہے مختصراً اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک علمی مسئلہ ہے اور اپنے اندر بے پناہ گہرائی اور گیرائی رکھتا ہے اس پر اتنی باریک بینی سے غور و خوض اور بحث و تمحیص کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں البتہ علامہ اقبال کے ایک خط بنام حضرت خواجہ حسن نظامی مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کے ایک اقتباس سے [illegible] اس مسئلہ کی وضاحت ضرور ہوتی ہے جو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

"..... توحید اور وحدت الوجود کا مفہوم سمجھنے میں بڑی غلطی ہوئی ہے یہ دونوں اصطلاحیں مترادف نہیں ہیں مقدم الذکر کا مفہوم مذہبی ہے اور موخر الذکر کا مفہوم خالص فلسفیانہ ہے توحید کی ضد کثرت نہیں ہے جیسا کہ بعض صوفیا سمجھتے ہیں بلکہ شرک ہے ہاں وحدت الوجود کی ضد کثرت ہے اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے وحدت الوجود یا زمانہ حال کے فلسفۂ یورپ کی اصطلاح میں توحید کو ثابت کیا وہ موحد تصور کئے گئے حالانکہ ان کے ثابت کردہ مسئلہ کا تعلق مذہب سے بالکل نہ تھا۔"

جوگ بھی ہندوستانی رہبانیت کی ایک قسم ہے اور اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ جوگ اور تصوف نے ایکدوسرے کو کس حد تک متاثر کیا بقول مشہور صوفی بزرگ سید شاہ سلیمان پھلواری "..... مشائخ تصوف نے فرقہ جوگیہ، براہمہ، زرتشتی، قرامطہ، باطنیہ وغیرہ سے استفادہ نہیں کیا ......" مگر بات یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ ہزار سالہ تاریخ نے اپنے اندر ایسے بے شمار واقعات اور حالات محفوظ رکھتی ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محض علمی اور فلسفیانہ نقطۂ نظر سے ہی نہیں عملی طور پر بھی جوگ اور تصوف نے ایک دوسرے کو بہت متاثر کیا ہے یہاں تک کہ بعض مسلمان بزرگانِ تصوف نے اپنے ہندی رہبانیت

سے متاثرین صوفیا کو خود سے بالکل الگ شے تبلایا ہے ان متاثرین میں قرۃ حطہ اور باطینہ کے علاوہ ملامیتہ اور قلندریہ وغیرہ کے اکابرین بھی شامل تھے۔

جوگ اور تصوف نے ایک دوسرے کو کس حد تک متاثر کیا اس کی سرحدیں متعین کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے البتہ نظری لحاظ سے اگر مختصر سا جائزہ لیں تو ہمیں اس کے کئی ایک شواہد مل جاتے ہیں آگے بڑھنے سے قبل اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جوگ میں ہندومت کے ساتھ بدھی تعلیمات کے اثرات بھی موجود تھے ہندوستانی رہبانیت اور اسلامی تصوف کے مشابہ شواہد کچھ اس طرح ہیں کہ مسلمان صوفیاء کا تصور، فنا فی اللہ اور بدھمت کا زوان، تصوف کا مرشد و مرید اور جوگ کا گورو چیلا' تصوف کا سلسلہ اور ہندویت کا سنگھ، مسلمانوں کے تکیئے اور خانقاہیں اور ہندوستانی غیر مسلموں کے ملھ اور تیرتھ، مسلمانوں کا روضہ اور غیر مسلموں کا ستوپا' مسلمانوں کا اولیاء اللہ کی قبروں پر جانا اور منتیں ماننا اور غیر مسلموں کی یاترا، مسلمان صوفیا کا مراقبہ اور غیر مسلموں کی سمادھی، مسلمانوں کی تسبیح اور غیر مسلم ہندوستانی فقیروں کی مالا، اسلامی تصوف کی اصطلاحات طریقت اور سلوک اور غیر مسلموں کی مارگ، مسلمان ملنگوں کا ناد اور جوگیوں وغیر مسلم فقیروں کا سنکھ، مسلمان فقیر کا کشکول اور جوگیوں کی کھپری، مسلمان ملنگوں کا عاصا (عصا) اور جوگی کا ترشول، بدن پر مسلمان ملنگوں اور ہندو جوگیوں کا ایک طرح کا راکھ ملنا، صوفیوں کی کفنی اور جوگیوں کی سیلمی، مسلمان صوفی کی کرامت اور غیر مسلم کا استدراج، مسلمان صوفیاء کے سلسلہ چشتیہ اور قادریہ کا نظریہ صلح کل درواد کر اور ہندوستانی بھگتی تحریک کے نظریات، فلسفہ حلاج بن منصور کہ خدا کی خدائی یعنی لاہوت آدم یعنی ناسوت میں حلول کر گئی اور ہندومت کے اوتاروں کے نزوان اور اسماعیلی اماموں کا فلسفہ سب اگر ایک دوسرے کا عکس نہیں تو بھی قریب، قریب اور مشابہ ضرور ہیں۔

مسلمانوں نے ہندوستانی غیر مسلموں کو کس حد تک متاثر کیا اور خود کتنے متاثر ہوئے بڑا وسیع وعمیق موضوع ہے جس پر کئی کتابیں رقم کی جا سکتی ہیں مگر یہاں پر ڈاکٹر تارا چند کی کتاب "ہندو کلچر پر اسلام کا اثر" (INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE) صفحہ ایک سے اندراج کافی ہوگا وہ بھگتی لہر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

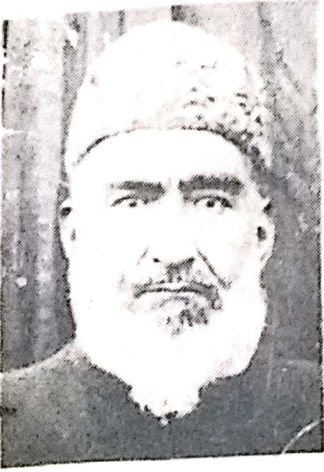
"ایک تو یہ ہوا کہ بھگت شیو، رام اور کرشن کی صورت میں ایک خدا کو ماننے لگ گئے دوسرا وہ اسلامی مساوات سے یہاں تک متاثر ہوئے کہ ذات پات کی تمیز ختم کر دی تیسرا یہ کہ انہوں نے برہمنوں کی پوجا پاٹ کی رسوم کو رد کر دیا اسلام کے یہ اثرات بھگتی شاعروں خصوصاً کبیر اور گورو نانک کے کلام میں بڑی گہرائی تک پائے جاتے ہیں۔"

ناتھ جوگی بھی دراصل بھگت ہی تھے جن کے وسیع المشرب برصغیر میں مسلم رہا ہے گورونا تھ کے دور سے ہی انہوں نے ذات و پات کی تفریق کو اپنے ہاں سے اٹھا دیا تھا چرپت بذات خود بڑے شاعر بھی تھے جن کے کلام میں حکمرانوں اور امراء پر بڑی واضح تنقید کی گئی اور ہیبتی کہ کسی جوگی تجرد کی زندگی گذارتے اور لوبھ، موہ، کام، کرودھ اور اہنکار سے بچنا ان کا مذہبی فریضہ تھا، مسلمانوں میں یہی اثرات، جلالیہ مداریہ، لال شہباز اور موسیٰ سہاگ کے ملنگوں میں موجود تھے ان ملنگوں اور جوگیوں میں ظاہری طور کا بہت معمولی فرق تھا ہندوؤں میں ناتھ پنتھ والے جوگی، سادھو اور سنیاسی اسی طرح ملامتی ہیں جس طرح مسلمانوں میں ملامتی اور قلندری ملنگ، جلالیہ مداریہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ تصوف کے ایسے سلسلے ہیں جو برصغیر کے عام لوگوں میں بڑے مقبول تھے اور ان کے صوفیاء نے غیر مسلموں کو بھی بہت متاثر کیا تھا اس کی وجہ محض یہ تھی کہ ان کے ہاں اس امر کی گنجائش تھی کہ غیر مسلم بھی ان کے اطوار اور تعلیمات میں اپنی تسکین کا سامان پاتے تھے۔

مسلمانوں میں ملنگوں کو اگرچہ کبھی بھی صحیح صوفی نہیں سمجھا گیا کیوں کہ ان کا طرز عمل قیود شرع سے مبرا اور ملامتی رہا ہے مگر یہ بھی ضرور ماننا پڑے گا کہ ملنگ بھی دنیائے تصوف کی ہی ایک مخلوق ہیں جن کی عجیب وغریب عادات جوگیوں، سادھوؤں اور.. سنیاسیوں سے کافی حد تک مشابہ رہی ہیں ملتان کے جلالیہ ملامتی تھے وہ بھنگ پیتے تھے آج تک ملنگ اسے "فقیر کی بوٹی" کہہ کر پکارتے ہیں مداریہ ملنگ پاؤں سے ہمیشہ ننگے رہتے اور دم دم مدار کا نعرہ لگاتے اور دھمال ڈالتے۔ موسیٰ سہاگ کے ملنگ عورتوں والا لباس اور چوڑیاں پہنتے، بری شاہ لطیف کے ملنگ مضبوط لوہے کے کڑے بڑی بڑی زنجیریں اور طوق پہنتے، لال شہباز قلندر کے ملنگ ناک میں نتھ اور گلے میں گانی پہنتے اور کہتے کہ خدا ہمارا شوہر ہے (نعوذ باللہ) اور ہم اس کی دلہنیں ہیں روشنیہ فرقہ کے مرد اور عورتیں اکٹھے تالیاں بجا بجا کر رقص کرتے، شیخ عبدالقادر جیلانی البغدادی کے بھانجے شیخ احمد کبیر الرفاعی کے مرید ملامتی تھے گوگا پیر جن کے بارے میں مشہور ہے کہ سانپوں کی مخلوق پر دسترس رکھتے تھے بلکہ آج تک ان کے کان دار ہیں ان کے الف شاہی ملنگ اور شاہ شرف بو علی قلندر کے ملنگ پاؤں میں گھنگھرو باندھ کر رقص کرتے نوشاہیہ کا رقص کرنا قدیم سے مروج ہے یہ سب برصغیر پاک و ہند تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کی مثالیں برصغیر کے باہر کے ممالک میں بھی موجود ہیں مثلاً جلال الدین رومی اپنے محبوب شمس تبریزی کے فراق میں بازاروں میں تالیاں بجاتے ہوئے رقص کرتے ہیں ان کا رقص ہمارے ملک کے خٹک ڈانس سے بہت مشابہ ہے یورپ میں ان لوگوں کو ناچنے والے درویش کہا جاتا ہے برصغیر میں کرشن بھگتوں میں ناچنے گانے کی پرانی ریت ہے یہ وہ شواہد ہیں جو جوگ اور تصوف کے ایک دوسرے سے متاثر ہونے کا تاثر ہی نہیں دیتے بلکہ ثبوت مہیا کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں کے شاعروں کی ایک کثیر تعداد مثلاً بابا فرید، شاہ حسین، شاہ لطیف بھٹائی، خواجہ غلام فرید، بابا بلھے شاہ، وارث شاہ، ہاشم شاہ اور میاں محمد بخش سب ہی وحدت الوجود کے نقیب رہے اس طرح بے شمار صاحبان تصوف ایسے تھے جن کے سلسلے جوگ کے قریب تک جا پہنچے تھے تصوف کے سلسلہ شطاریہ کے ایک بزرگ شیخ عبداللہ شطاری ہندوستان آئے تھے ان کے جانشینوں میں شیخ محمد غوث گوالیاری ایک نامور شخصیت تھی ان کا تعلق جوگ پنتھ سے ثابت ہوتا ہے وہ اپنی کتاب بحر الحیوۃ میں سنیاسیوں اور جوگیوں کے تاپ وجاپ کے طریقے

باقی صفحہ [illegible] پر



علوی سے اعوان تک

تحریر علامہ یوسف جبریل

آنحضرت ؐ کا فرمان ہے
تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم۔

آنحضرت ؐ کی اس حدیث سے نسب کے علم کو پڑھنے پڑھانے اور جاننے کی افادیت کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے نسب کا تحفظ نہ صرف خاندان اتحاد واقتدار کے لئے لازمی اور لابدی ہے بلکہ کثرت مال، درازی عمر اور صلہ رحمی کا باعث بھی ہے پھر قرآن حکیم میں شعوب وقبائل کا ذکر بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو گروہوں میں اور نسلوں میں تقسیم کر کے پہچان مقرر کر دی ہے پاک وہند کی غیور اور عسکری قوم قطب شاہی اعوانوں کے جد امجد حضرت قطب شاہؒ کا سلسلہ نسب نو۹ واسطوں سے شیر خدا حضرت علیؓ کے صاحبزادے حضرت امام ابن حنفیہؒ تک پہنچتا ہے حضرت امام محمدؒ ابن حنفیہ کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام عبدالمنان اور چھوٹے کا نام عبدالفتاح تھا حضرت قطب شاہؒ بڑے بیٹے کی اولاد سے ہیں۔

واقعہ کربلا کے بعد خاندان علیؓ جو کہ سادات فاطمی اور ساداتِ علویہ پر مشتمل تھا ان میں سے جو بچ گئے تھے کچھ دمشق میں چلے گئے اور بعض حجاج بن یوسف کے زمانے میں اس کے ظلم وستم سے تنگ آ کر ۳۷ھ میں مختلف ممالک میں پھیل گئے حتی کہ یہ حضرت امام محمد ابن حنفیہؒ کی اولاد سے علویوں نے قلعۂ ہرات پر قبضہ کر لیا ہرات پر شاہ حسین علوی کی حکومت تھی جب کہ دوسری طرف غزنی پر سلطان سبکتگین کی حکومت تھی اور ہرات کے گردونواح میں خاندان علوی کا جاہ و جلال عروج پر تھا ۱۰۰۱ء میں جب سلطان سبکتگین کے بیٹے سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان میں کفر و شرک کو ختم کرنے کا اعلان کیا سبکتگین کے مشہور و معروف سپہ سالار شاہ عطاء اللہ غازی کے بیٹے میر قطب شاہ نے تبلیغ اسلام کیلئے سلطان کا بھرپور ساتھ دیا مورخین نے لکھا ہے کہ جب محمود غزنوی نے سومنات پر حملہ کرنے کے لئے اعلانِ جہاد کیا تو وہ اس وقت اپنے محل میں خدائے بزرگ و برتر کے حضور فتح و کامرانی کے لئے دعائیں مانگ رہا تھا سلطان محمود غزنوی کو میر قطب شاہ کی آمد کی اطلاع ملی سلطان نے شرفِ باریابی کے بعد عرض کی کہو۔ حضرت قطب شاہؒ کیسے آنا ہوا۔ آپ نے فرمایا ہو کہ آپ نے کفر و شرک کو صفحۂ دہر سے مٹانے کے لئے اسلام کا پرچم بلند کیا ہے۔ میں اپنے اہل وعیال اور لشکر جرار سمیت اس جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہوں، سلطان نے کہا مرحبا! تم پر خدا کی سلامتی ہو جس طرح اہل مدینہ نے حضور اکرم ؐ کا ساتھ دے کر انصار کا خطاب پایا تھا اسی طرح آپ اسلام کی سربلندی اور شرک وکفر کے خاتمے کے لئے میری اعانت کو سر کف آئے ہیں میں آپ کے اس دلیرانہ جذبے کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو "اعوان" کا خطاب دیتا ہوں۔

اعوان عربی لفظ عون سے مشتق ہے اس کے لغوی معنی معاون و مددگار کے ہیں سلطان کے منہ سے نکلا ہوا یہ لفظ ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گیا اور یوں قطب شاہ کی اولاد اعوان کہلانے لگی میزانِ قطبی کے مصنف نے قطب شاہ علوی اور ان کے رفقاء کے خطاب "اعوان" کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "وہ راس الملوک سلطان محمود ابن سبکتگین غزنوی کی جہادِ ہند میں اعانت کی وجہ سے اعوان مشہور ہوئے"۔

سلطان محمود غزنوی کو سومنات کے دولتمند ہندوؤں کی طرف سے بے شمار مال و دولت اور زر و جواہر کی پیش کش کی گئی کہ سومنات کے بت کو توڑنے کی بجائے آپ ہم سے دولت کے انبار لے لیں تو سلطان محمود غزنوی کے جرنیل قطب شاہ نے سلطان محمود غزنوی کو مشورہ دیا کہ "تم سومنات کے بت کو توڑ کر تا ابد "بت شکن" کے نام سے پہچانے جاؤ گے"۔

جب سلطان فتح سومنات کے بعد غزنی واپس گیا تو قطب شاہ علوی بمعہ اپنے لشکر کے دریائے سندھ کو عبور کر کے بھکڑ، سون سکیسر اور کالا باغ ڈھنکوٹ کے علاقے میں آباد ہو گیا مجاہدین کے اس گروہ نے

وادیٔ سون سکیسر کے مشہور معروف راجاؤں کو شکست دینے کے بعد پوٹھوار کے ایک مشہور معروف راجہ پرتھوی راج کو بھی شکست سے ہمکنار کیا فتح و کامرانی کے بعد اپنے مفتوحہ علاقے اولاد میں تقسیم کرنے کے بعد قطب شاہ لاہور گئے لاہور میں تبلیغ اسلام کی اشاعت کے بعد واپس غزنی تشریف لے گئے جہاں جہاں اس قوم کے اسلاف نے اپنی شجاعت سخاوت اور رعایا پروری کا ثبوت دیا ہے وہاں کے علاقے آج بھی اعوان نام کی مناسبت سے پہچانے جاتے ہیں مثلاً" کلیام اعوان، سرآدانہ، کالا عوان کاری وغیرہ وغیرہ۔

آئین اکبری جو کہ مغل حکمران اکبر کے زمانے کی ایک مشہور و معروف تاریخی تصنیف ہے اس میں تلہ گنگ کو "اعوان محل" کے نام سے لکھا گیا ہے۔

سر ابنسن سپرنٹنڈنٹ مردم شماری پنجاب ۱۸۸۱ء میں رقم طراز ہے کہ "اعوان لوگ کشادہ [illegible] خوش خلق ہوتے ہیں" اعوان علوی ہونے کی وجہ سے [illegible] بہت سی خصوصیات بھی اپنے جن میں [illegible] حق گوئی و بیباکی، تبلیغ اسلام سے محبت، سخاوت، بہادری اور حسب و نسب کا فخر آج بھی ان کے صحرائی مزاج کا لازمی عنصر ہے اعوان قوم کی خصوصیات و عادات کا ذکر کرتے وقت انگریز مورخ تھامس سر اور ریوٹی نے بھی اعوان قوم کی خوبیوں کا بھرپور اعتراف کیا ہے "جغرافیہ ضلع اٹک" کے مصنف ماہتاب سنگھ ۱۹۲۱ء صفحہ نمبر ۴۹ پر لکھتے ہیں "اعوان حضرت علیؓ کی اولاد بتائی جاتی ہے" انگریز مورخین نے ۱۸۷۱ء میں [illegible] کے بندوبست مال میں لکھا ہے "اعوان سریع الغضب ہوتے ہیں اور ذاتی و خاندانی عزت و حرمت کے معاملے میں مرمٹتے ہیں"۔

تبلیغ اسلام کی نشر و اشاعت میں اس قوم کا نمایاں کردار اس بات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت قطب شاہ کے بھتیجے حضرت مسعود غازیؒ سپہ سالار نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے ہندوستان کے کفرزار میں توحید کی شمع کو اپنا خون پیش کیا تھا تاریخی حوالہ جات سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت تک پہنچی ہے کہ حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ سے پہلے سپہ سالار مسعود غازی ۴۲۴ھ میں اپنا تبلیغی مشن پورا کر چکے تھے گویا کہ برصغیر ہند میں آپ کی آمد کو اولیت حاصل ہے۔

اعوان قوم نے تبلیغ اسلام کی ترقی و ترویج میں بے اندازہ خدمات سرانجام دی ہیں اور ان میں بے شمار اولیائے کرام گذرے ہیں جن میں حضرت سلطان باہوؒ، خواجہ شمس الدین سیالویؒ، مرزا مظہر جان جاناںؒ، حافظ محمد عظیم وٹے یٹؒ، خواجہ احمد لبسوی علویؒ، قاضی شمس الدینؒ، بابا سجاول کھرکوٹؒ، عبدالرحمن چھوہرویؒ، حضرت سلطان مہندی وادی سون سکیسر، بابا حضرت عنایت شاہؒ کھبکی وادی سون، حضرت بابا خوشحال خان دھدعڑ وادی سونؒ، حاجی فقیر اللہ شکارپور سندھ، حضرت کانواں والی سرکار گجرات، حضرت پیر فقیر اللہ بکوٹی ایبٹ آباد، حضرت سلطان حاجی احمد اوچھالہ وادی سون، حضرت سلطان آنب شریف اوچھالی وادی سون، حضرت شاہ محمد قادری، سلطان ابراہیم سارٹھی والا تلہ گنگ، ملاں سرخو باباؒ، پیرا اعوان شیخوپورہ، بابا جی دریا والے حضرو، حضرت بابا نور الٰہی فرمالؒ مرحوم کھسکر وادی سون سکیسر کے علاوہ متعدد شخصیات بھی ہیں جن سے ہم ابھی تک متعارف نہیں اور جن کی زندگیوں کا مطالعہ تحقیق طلب ہے ان اولیائے کرام کی کاوشوں سے ہزاروں انسان روحانی طور پر فیض یاب ہوئے ہیں روحانیت کے علاوہ اس قوم نے علم و ادب میں بھی بے گراں خدمات سرانجام دی ہیں اور ساتھ ساتھ آباؤ اجداد کی عسکری روایات کو بھی ہمیشہ زندہ رکھا ہے جس کی واضح مثال ۱۹۶۵ء کی جنگ ہے حقیقت میں ۱۹۶۵ء کی جنگ اعوان قوم کے جرنیلوں نے جیتی ہے اعوان قوم کی عسکری شخصیات میں ایئر مارشل نور خان، جنرل سرفراز خان، جنرل اقبال خان، جنرل شفیق احمد مشہور ہیں جب کہ انتظامی امور میں گورنر ملک محمد امیر خان ایک قابل قدر شخصیت گذری ہیں اس طرح علم و ادب کی اشاعت میں پروفیسر کرم حیدری، علامہ یوسف جبریل، احمد ندیم قاسمی، عبدالقادر حسن، رؤف امیر، الطاف پرواز، انور بیگ اعوان، رشید نثار، خواص خان، ظہیر بابر، غلام علی ملک، غلام رسول ہبر، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، فتح محمد ملک، ڈاکٹر افتخار حیدر ملک، شورش ملک، ممتاز اقبال ملک، علامہ یوسف جبریل، ایوب اختر، افتخار امان، ملک شیر محمد اعوان نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں پہلی جنگ عظیم میں جس شخص کی بہادری کا اعتراف انگریزوں کو کرنا پڑا وہ شخص بھی اعوان قوم سے تعلق رکھتا ہے جسے وکٹوریہ کراس عطا کیا گیا۔

پوٹھوار کا مردم خیز خطہ، یوسف جبریل

پوٹھوار کی حدود کے متعلق گذشتہ اور حالیہ رائے میں اختلاف ہے گذشتہ رائے یہ تھی کہ پوٹھوار وہ علاقہ ہے جو سہالہ اور بکڑالہ کی درمیانی پہاڑی سے لے کر مشرق میں [illegible] دریائے جہلم کے ساتھ اور اس سے آگے شمال میں پھیلے ہوئے پہاڑوں کے دامن میں مارگلہ تک چلا گیا ہے مغرب کی طرف اس کی حدود تحصیل راولپنڈی اور گوجر خان تک ہیں مغل بادشاہ جہانگیر نے بھی پوٹھوار کے علاقہ کو تھیہ سے مارگلہ تک ہی قرار دیا ہے دوسرے علاقے مثلاً سون، کہون، ونہار، دھنی، پکھڑ اور چھچھ کو پوٹھوار میں شمار نہیں کیا جاتا تھا موجودہ رجحان یہ ہے کہ یہ سب متذکرہ بالا علاقے پوٹھوار کا حصہ ہیں اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو ان سب علاقوں کی بنیادی قدریں مشترک ہیں یہ سارا علاقہ بارانی ہے اور ان سب علاقوں کی زبان میں بنیادی یگانگت پائی جاتی ہے جغرافیائی لحاظ سے بھی اس علاقے کو ایک یونٹ قرار دیا جا سکتا ہے اس سارے علاقے کے لوگوں کی جسمانی ساخت، رسم و رواج، اخلاق و ضوابط، چال چلن، انداز فکر اور تاریخی روایات میں بھی بہت کم تفاوت ہے لہٰذا اور دیکھا جائے تو یہ ادغام وطن عزیز کے لئے ایک مثالی حیثیت کا حامل ہے اور ایک نیک فال ہے جب کہ پاکستان کے مختلف صوبوں اور علاقوں میں لسانی اور صوبائی تعصب کی بنا پر افتراق اور انتشار کی باتیں سنی جاتی ہیں ایک خصوصی امتیاز اس علاقے کا یہ ہے کہ اس میں ملک کا صدر مقام موجود ہے اسلام آباد کے مبارک نام اور خوبصورت مقام پر اس صدر مقام کے ظہور پذیر ہوئے اس علاقے کے بزرگ حضرت بری شاہ لطیف کی وہ پیشن گوئی پوری ہو گئی ہے جو انہوں نے صدیوں پہلے فرمائی تھی انہوں نے فرمایا تھا کہ کبھی ہمارے پڑوس میں ایک بڑا اسلامی شہر بسایا جائے گا۔

پوٹھوار کی تاریخ اپنے سینے میں ایک جہان تلاطم سمیٹے ہوئے ہے اس میں گرمیٔ گفتار اور گرمیٔ کردار

کی گہما گہمی ہے اہل سیف کی ترک تازیوں کے ساتھ ساتھ اہل قلم کی نکتہ آفرینیاں ہیں تلواروں کی جھنکار اور شاہسواروں کی للکار کے ساتھ ساز و آواز کی سحر کاریاں ہیں عالم باعمل بھی ہیں اولیائے والا مقام بھی ہیں فقیہان نکتہ سنج بھی ہیں اور ان سب کے علاوہ رندان بادہ خوار اور فقیران سرمست بھی ہیں لازم و بیکاری کی داستانیں بھی ہیں عشق و محبت کے افسانے بھی ہیں، باہمی عداوتیں ہیں رقابتیں ہیں، نسلی تفاخر ہے استحقاقی کاروائیاں ہیں یہاں حافظ کی متابعت میں اعلیٰ پائے کے فارسی دیوان مرتب کئے گئے یہاں سیف الملوک جیسی تصوف میں ڈوبی ہوئی مؤثر ترین مثنویاں تحریر ہوئیں یہاں [illegible] جیسی [illegible] اور دلچسپ تاریخی تذکرے رقم ہوئے اس علاقے کے لوک گیتوں میں جو رس ہے جو لوچ ہے اور جو دل کشی ہے وہ کم کسی دوسری زبان میں ملتا ہے یہ علاقہ [illegible] قبل از تاریخ کے زمانوں سے تہذیب کا گہوارا رہا [illegible] افسوس کہ اس کی کوئی مفصل تاریخ مرتب نہیں ہو سکی اور جو کچھ بھی یہاں ماضی میں وقوع پذیر ہوا وہ ماضی کی اتھاہ تاریکیوں میں ڈوب کے رہ گیا ۔

پوٹھوار کا علاقہ وہ علاقہ ہے جس نے پیلو جیسا بلند پایہ شاعر پیدا کیا پیلو سے یہاں مراد چکوال کے گاؤں مہر ویلو والے پیلو نہیں بلکہ وہ پیلو ہے جسے عام طور پر سلطان محمود غزنوی کا معاصر قرار دیا جاتا ہے پیلو مذکور کی ایک چار بیتی یا رباعی سینہ بسینہ مجھ تک پہنچی ہے اس چار بیتی کی تمہید یہ ہے کہ پیلو فقیر تھا اس نے روحانی غوطہ لگایا جس میں ایک صدی بیت گئی پیلو جب ہوش میں آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا گاؤں برباد ہو کر ایک مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا ہے اور جیسا کہ معلوم ہے کہ پرانے گاؤں کے ڈھیر پر مٹی کے برتنوں کی ٹھیکریاں بکھری پڑی ہوتی ہیں پیلو کے گاؤں کے ڈھیر پر بھی ایسی ٹھیکریاں بکھری پڑی تھیں یا ایک ٹھیکری پڑی تھی۔ پیلو ٹھیکری سے استفسار کرتا ہے۔

"پیلو پچھدا ٹھکرے کت دل گیا جہان سے"۔

ٹھیکری جواب میں کہتی ہے۔

سے سے مٹ تراب دے سے سے مست جوان
بس بس گئی چبوتری کر کر شرع نیاں
پیلو دنیا جھونک فنا دی رب اللہ دانا ں

بلاغت کا انداز ملاحظہ کیجئے بیان کی تاثیر دیکھئے فنا کے مضمون کو کس طرح بیان کیا گیا ہے کہ فنا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے اور بات واقعی دل میں اتر جاتی ہے مگر بالخصوص تیسرا مصرع غور طلب ہے۔

بس بس گئی چبوتری کر کر شرع نیاں

چبوتری وہ پنچائیت جو اونچے چبوترے پر بیٹھتی ہے اور شرع نیاں سے مراد باہمی جھگڑوں کے فیصلے ہیں تحقیقت، حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر اس تاثیر کا شعر میری نظر سے کسی بھی زبان میں نہیں گذرا یہ مصرع بلاغت کا ایک ایسا اعجاز اپنے اندر لئے ہوئے ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے سیکڑوں نظمیں ہزاروں تقریریں فنا کے موضوع پر وہ اثر نہیں چھوڑتیں جو اثر اس ایک مصرع کو سن کر انسان کے دل پر ہوتا ہے یہ مصرع حقیقت میں ایک اعجاز ہے جو اپنے اندر جادو کی تاثیر رکھتا ہے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ مادہ پرستی کے اس مرگ فراموش فنا بردوش دور کا انسان اس مصرعے کی تاثیر سے متاثر ہونے سے قاصر رہے اردو زبان میں حضرت علامہ اقبالؒ کا ایک شعر بھی تقریباً اسی قبیل کا ہے اور قابل غور ہے اور فرماتے ہیں

آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
خدا جانے اس راہ سے گذرے ہیں کتنے کارواں۔

شہیدوں کے نام

○

لہو سے اپنے شہیدانِ قریۂ اقبالؒ ۔۔۔ جلائی تم نے حیاتِ دوام کی قندیل
لٹا کے جان ملا ہے یہ مرتبہ تم کو ۔۔۔ نہ تم اٹھاؤ گے احسانِ صورِ اسرافیل
تمہارے جذبۂ ایماں نے کر دیا ثابت ۔۔۔ کہ اب بھی دہر میں زندہ ہے رسمِ اسمٰعیلؑ
غرورِ کفر کے ٹکڑے اڑا دئے تم نے ۔۔۔ بنا کے سامنے ٹینکوں کے چھاتیوں کی فصیل

بڑا ہی سہل ہے عالی وفاؤں کا دعویٰ
بہت کٹھن ہے تقاضائے عشق کی تکمیل

جلیل عالی

بقیہ : اداریہ

جائے کہ اس سے کیا مراد ہے اور اس کی حدود و قیود کیا ہیں اور ان حدود کا پابند رہنے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے؟ اس وقت دنیا کے کونے کونے میں مغربی پریس کی آزادی ایک مثال ہے لیکن وہاں کسی کی پگڑی نہیں اچھالی جاتی اور نہ ہی کسی کو گالیاں دی جاتی ہیں اس کے برعکس بڑے بڑے جابر حکمران ان کے سامنے سرخم کرکے چلتے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے حکمران پریس کے لئے ایسا ضابطۂ اخلاق مرتب کرائیں جس کی وہ خود پابندی کریں یہ اقدام اس لئے ضروری ہے تاکہ پریس کی آزادی اور تمام جمہوری ادارے پروان چڑھ سکیں شریف آدمی کی عزت محفوظ رہ سکے "آزادیٔ پریس" اپنے مفاد پرستی کے حق میں استعمال کرنے والوں کی راہیں محدود ہو جائیں اور عام آدمی کے شعور کو اجاگر کرتے میں پریس اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکے حقیقت پسندی کی ایک ایسی روایت قائم ہونی چاہئیے جو قوم اور ملک کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کر سکے

لاہور سے ایک خط

فخر الزماں کیساتھ ایک شام

رپورٹ : ملک بشیر حسین

لاہور کے وکلاء برادری نے ایک مقامی ہوٹل میں پاکستان پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر فخر زماں کے ساتھ ایک شام کا اہتمام کیا جس میں قومی اسمبلی کے اسپیکر ملک معراج خالد، مرکزی وزیر داخلہ چوہدری اعتزاز احسن، سابقہ وفاقی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسین، سابق جسٹس ملک سعید حسن بھی شریک تھے سٹیج پر جو بینر آویزاں تھا اس پر لکھا تھا فخر زماں بحیثیت ادیب، شاعر اور سیاستداں "مقررین میں معروف صحافی عبداللہ ملک تھے جنہوں نے اپنی تقریر کے اصل سے ہٹ کر شروع کی اور موجودہ پی پی پی کی حکومت کی پالیسیوں پر تنقید شروع کر دی محفل میں بیٹھے ہوئے پرانے کارکنوں نے احتجاج شروع کر دیا اور ان کی توجہ اصل موضوع کی طرف دلائی کہ آپ موضوع سے تجاوز نہ کریں عبداللہ ملک نے جب ورکروں کے جذبات کا خیال نہ کیا تو ہال میں ایک شور و غوغا اٹھا اور ملک صاحب کو سٹیج چھوڑنا پڑا چند افراد نے ملک صاحب کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کے خلاف احتجاج بھی کیا اگلے مقررین ملک سعید حسن تھے جو اپنی قد و قامت کے ساتھ ساتھ اپنے سیاسی شعور کی وجہ سے بھی ورکروں میں خاصے مقبول ہیں انہوں نے آتے ہی اپنی شیریں بیانی سے مجھے کو خاموش ہونے پر مجبور کر دیا ملک سعید حسن نے کہا کہ پنجاب میں پہلی مرتبہ ایک ایسے شخص کو پیپلز پارٹی کا صدر بنایا گیا جو نہ صرف نظریاتی بلکہ بنیادی ورکر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ادیب، شاعر اور سیاستداں بھی ہے فخر زماں نہ صرف ورکر کی عزت کرتے ہیں بلکہ یہ انسانیت کی خدمت کو عبادت تصور کرتے ہیں۔ اور پھر پہلی بار ایک ایسی قیادت پنجاب کو ملی ہے جس کی وجہ سے پارٹی ورکر کا گراف اونچا ہوگا ڈاکٹر مبشر حسن نے اپنی فلسفیانہ تقریر میں ان پہلوؤں پر روشنی ڈالی جنہیں اجاگر کرنے کے لئے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے ملک معراج خالد اجتماع کی صورت حال کو محسوس کرتے ہوئے اس کے مطابق تقریر کی اور سامعین سے خوب داد وصول کی وزیر داخلہ اعتزاز احسن نے بار بار پی جے حکومت کے ساتھ بات چیت کرنے پر زور دیا تو ہجوم میں عجیب قسم کی چہ مہ گوئیاں شروع ہو گئیں مگر مہمان خصوصی مائیک پر تشریف لائے تو آتے ہی انہوں نے وفاقی وزیر چوہدری اعتزاز احسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ چوہدری صاحب آپ کس کے ساتھ گفت و شنید کرنے کو کہہ رہے ہیں کیا ہم اس آدمی کے ساتھ بات چیت کریں جو ہماری بیٹیوں کے سروں سے دوپٹے اتارتا ہے کیا ہم اس کے ساتھ بات چیت کریں جو ہماری بھینسیں چراتا ہے کیا ہم اس کے ساتھ بات چیت کریں جو ہمارے معصوم بچوں کو پابند سلاسل کرتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور قانون بھی اس کی اجازت نہیں دیتا فخر زماں نے کہا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک فرد کو تین بار غلطیاں کرنے کی معافی مل جانی چاہیئے اور جو فرد اپنے ذاتی مفاد کی کے لئے چوبیس گھنٹے انسانیت پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے وہ قابل معافی نہیں ہم تشدد اور ظلم کے خلاف نبرد آزما ہیں مظلوم ہمارا سرمایہ ہیں، ہماری آنکھیں بنی آدم پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتیں پنجاب پیپلز پارٹی کی نئی قیادت کی تقریر جلسہ میں بیٹھے لوگوں کی آنکھیں برسنی شروع ہو گئیں اور ایک عجیب قسم کا منظر دکھائی دیتا تھا جس سے اس محفل میں بیٹھے ہوئے کئی ایم پی اے حضرات بھی اپنی آنکھوں کو صاف کر رہے تھے۔

ادبیات

غزل

نوریہ

میرے آنسوؤں کی قیمت نہ لگ سکے گی
تجھے کیا ملا ستمگر مجھے اشکبار کر کے

میرے دل کو چین آئے میرے دل کہ کوئی سے
تیرے وعدے پہ ستمگر اعتبار کر کے

ہمیں جس کی آرزو تھی ہمیں جس کی جستجو تھی
اسے کھو دیا ہے ہم نے سب کچھ اس پہ نثار کر کے

میری زندگی میں وہ مقام بھی آئے گئے وہ غم
تیرے ساتھ چل پڑی تیرا اعتبار کر کے

غزل

یار اک سلسلہ خیالوں کا
تو نے آواز دے کے توڑ دیا

تیری یادیں اداس راتوں میں
کھٹکھٹاتی ہیں دل کا دروازہ

وہ اس شہر میں تو رہتا ہے
میں سمندر کے پاس ہوں پیاسا

ڈوب جاتا ہوں اپنے ماضی میں
یہ سمندر ہے کس قدر گہرا

ڈھلتی جاتی ہے دھوپ قربت کی
بڑھتا جاتا ہے ہجر کا سایہ

اسی کی یادوں کے شہر میں اکثر
ابر آنکھوں کا رات بھر برسا

(اے۔ جے۔ کے سنی)

غزل

اے دوست تو بتا تجھے کیا القاب لکھوں
ماہ جبیں لکھوں یا تجھے دلربا لکھوں

جانِ بہار تو، تو ہے اس دل کی آرزو
تجھ کو سلامِ شوق لکھوں یا دعا لکھوں

تو پیار کی نظر بھی ہے اور حسن بے مثال
قربان تری ادا پہ تبسم کو کیا لکھوں

تجھ کو قسم ہے میری محبت کی لاج رکھ
خونِ جگر سے اپنے تجھے التجا لکھوں

شعروں میں لکھ رہا ہوں محبت کی داستاں
کہنے کو اور کیا ہے، لکھوں اور کیا لکھوں

(اعجاز احمد طاہر کراچی)

غزل

اے میرے ساتھیا اے میرے ساجنا
تو، تو ہرجائی ہے تو، تو ہرجائی ہے

تو نے ٹھوکر لگائی تو ایسا لگا
تجھ سے ملنا ہی میری تھی بڑی خطا

میں تڑپتی رہی تو خفا ہو گیا
تجھ کو چاہا بہت تو جدا ہو گیا

میری دنیا لٹی کر نہ سکی گلا
اے ستمگر بتا تجھ کو بھی کیا ملا

زندہ رہنا بھی اب سزا ہو گیا
اے میرے دل بتا تجھ کو کیا ہو گیا

عالیہ نورین عاجز لاہور۔

غزل

مجھے ہے تیری دوستی نما دشمنی پہ ناز
شاید میرے خلوص کی تجھ کو خبر نہ ہو

رکھتا نہ ہو جو منزلِ مقصود کی تڑپ
اے اہلِ کارواں وہ میرا رہبر نہ ہو

آ جا کہ آج آخری حد چھو رہا ہوں میں
شاید کہ پھر تیرا انتظار عمر بھر نہ ہو

اس سے تو لگتا نہیں مہتاب بھی حسیں
جس کے پاس شعورِ نظر نہ ہو

سعید، ایکشن چکوال

ستمبر کا جذبہ

جے - ایم - اشر

لیجیے ستمبر پھر آگیا، لیکن انگریزی کیلنڈر کے اس نویں ماہ میں ایسی کون سی خصوصیت ہے جو ایک ناقابلِ بیان احساس اور ایک بے مثال جذبۂ افتخار ابھارتی اور دلوں میں اُمید کے دیئے جلا دیتی ہے۔ یہ ستمبر دفعتہً ظلمت کدے والی روشنی کی شعاعیں اچھال دیتا ہے۔

چند برس پہلے ستمبر کی ایک صبح پیش آنے والے واقعات کی یاد اتنی نمایاں اور شفاف ہے کہ وقت کی گرد اسے دھندلانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کل ہی کی بات ہے۔

لاہور کے شہری جن کے کانوں کے پردے پھاڑ دینے والی گرج سنائی دیتی ہے، تو وہ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ دل والے پروا کیے دفتروں میں کام کرنے والے ملازمین بے تابی سے یہ معلوم کرنے کے لئے باہر نکلتے ہیں کہ یہ آواز کیا تھی؟ بادل کی گرج کا سوال اس لئے خارج از بحث تھا کہ فضا میں کہیں معمولی پارۂ ابر تک موجود نہ تھا۔ وہ حیرت زدہ ہو کر سوچنے لگے کہ کیا عرشِ اعظم سے نازل ہونے والا یہ کوئی خوفناک صوتی اشتباہ تو نہیں تھا؟ اور پھر ہر شخص انگشت بدنداں رہ گیا۔

روشوں پر جمع ہونے والے ہجوم میں سے کوئی شخص کہہ اُٹھتا ہے کہ یہ ایک طیارے کی ہولناک گونج تھی جو آواز کی رفتار کی حد پھلانگ گیا ہے۔ مان لیا، مگر یہ کس کا طیارہ تھا جس نے کھڑکیوں کے شیشوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

پھر شام ہوتے یہ خبر کان پڑتی ہے کہ پاکستان پر حملہ کر دیا گیا ہے۔ یہ حملہ بغیر کسی اطلاع کے چوری چھپے کیا گیا۔ چند ہی گھنٹے بعد عساکر کی نقل و حرکت شروع ہو جاتی ہے۔ لوگ فوجی دستوں اور سامانِ رسد کے قافلوں کو شہر کی شاہراہوں اور بل کھاتی سڑکوں سے گزرتے دیکھتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ ان کی منزل کہاں ہے؟ جنگی وردیوں میں ملبوس فوجی جوانوں سے لدے ہوئے ٹرک، توپ خانے کی مختلف قسمیں، بکتر بند گاڑیاں اور گڑگڑاتے ٹینک رواں دواں تھے۔

اس کے باوجود شہر میں بے چینی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ اس کے برعکس لوگ جوق در جوق ان مقامات پر ہجوم کر رہے ہیں، جہاں سے عساکرِ وطن اسلحہ اور جنگی ساز و سامان کی گاڑیاں لئے دشمن کے چیلنج کا جواب دینے کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں۔ لوگ فوجی جوانوں کو لے کر گزرنے والی ہر بکتر بند گاڑی کا پُرجوش اور ولولہ انگیز نعروں سے استقبال کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ سائیکلوں، سکوٹروں اور موٹر سائیکلوں پر سوار اور بے شمار پاپیادہ فوجی قافلوں کے پیچھے پیچھے محاذ کی طرف گامزن ہیں۔ انہیں احساس تک نہیں کہ ان کا یہ سفر کس حد تک خطرناک ہو سکتا ہے۔

دن بھر یہی منظر دیکھنے میں آتا رہا۔ غروبِ آفتاب کا وقت آتا ہے تو بلیک آؤٹ کے سبب گھپ تاریکیاں شہر کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہیں۔ ہوائی حملے سے بچاؤ کی تدبیریں اختیار کرنے کی ہدایات جاری کی جاتی ہیں۔ گلی کوچوں کی روشنیاں خاموش ہیں۔ کھڑکیوں اور دروازوں کے شیشوں کو سیاہ رنگ کر دیا گیا ہے تاکہ گھروں کی روشنیاں گھروں میں مقید رہیں۔ اس طرح پنجاب کا دارالحکومت — ام البلاد لاہور — تاریکی کی دبیز تہوں میں چھپ جاتا ہے۔ بیرونِ در سگریٹ نوشی کی بھی سخت ممانعت ہے۔ انجینئرز فوری طور پر اپنے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں اور دو ہی دنوں میں شہر بھر میں جابجا خندقیں، مورچے اور پناہ گاہیں تیار کر لی جاتی ہیں۔ کچھ مورچے کھلے اور کچھ پر کنکریٹ کی چھتیں ہیں جو ہوائی حملے کی صورت میں عوام کے لئے بنائے گئے ہیں۔ شہری دفاع کا ذمہ دار عملہ شب بھر گلیوں میں بھاگ دوڑ اور نگرانی میں مصروف رہتا ہے۔ وہ ہر اس گھر جا کر دستک دیتے ہیں جس سے روشنی کی ذرا سی جھلک بھی باہر نظر آتی ہے۔ وہ اہلِ خانہ کو ہدایت کرتے ہیں کہ انہیں اس بات کی ضمانت دینی چاہیئے کہ کسی معمولی سے شگاف سے یا ننگے ہوئے شیشوں کے کسی عریاں نقطے سے روشنی کی کوئی لکیر آوارہ ہو کر غمازی نہ کر جائے۔ عوام بے خوفی سے اپنے چبوتروں پر چڑھ کر گھنٹوں وہاں کھڑے رہتے ہیں۔ ان کی متلاشی نگاہیں آسمان پر جمی رہتی ہیں۔ گویا وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کوئی بمبار یا دوسرا طیارہ ہماری فضائی حدود میں آئے تو اسے بھس کر کے اڑا دیں۔ عوام کا مورال بہت بلند ہے۔ بے مثال ہے، اگلی صبح لوگ حسبِ معمول پورے اطمینان سے اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ کوئی غیر معمولی معرکہ نہ تھا اور نہ ان کے لئے خوف و ہراس یا خطرے کی کوئی بات تھی۔

ایک مسافر ریل گاڑی ایک شہر سے دوسرے کو جا رہی ہے۔ دشمن کے ایک طیارے نے اچانک اس پر گولیاں برسا دیں۔ میڈیکل کالج کی ایک طالبہ اس گاڑی میں سفر کر رہی تھی۔ اچانک ایک گولی اسے آ لگتی ہے۔ اس کی زندگی کا روشن چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ جاتا ہے۔ اس بزدلانہ حرکت پر عوام کے جذبات عیاں ہیں۔

آغازِ شب پر تمام کاروبار بند ہو جاتا ہے، کوئی شخص مال روڈ پر چہل قدمی کو نہیں جاتا۔ کوئی شخص ہوا خوری کے لئے کسی پارک کو جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ہر شخص اپنے گھر میں مختلف قسم کا مشغلہ اختیار کرتا ہے۔ گھر میں وہ موسیقی سے جی نہیں بہلاتا، بلکہ اپنے منہ سے توپوں کی گھن گرج کی سی آوازیں نکالنے لگتا ہے اور اس خوش نصیب لمحے کو اپنے تصور میں لاتا ہے جب ہماری سپاہ افواج کے جیالے فتح و ظفر کے ڈنکے بجاتے واپس آئیں گے۔ جیالے جو وطنِ عزیز کی سلامتی کی دستاویز لکھنے کے لئے محاذِ جنگ پر دشمن کو نیچا دکھانے میں مصروف ہیں۔

آنے والی ہر رات کو دور دور سے توپوں کی دندناہٹ سنائی دیتی ہے، بڑی عجیب بات ہے کہ جب تک توپوں کی گولہ باری جاری رہتی ہے، وطن کے تمام مرد و زن اور بچے ستاروں بھرے آسمان تلے، اپنے اپنے گھروں میں امن و چین کی نیند سوتے ہیں۔ گولہ باری کی آواز اچانک

رک جاتی ہے تو وہ سنجیدہ ہو کر سوال اٹھتے ہیں اور سوچنے لگتے ہیں کہ ہماری توپوں کی خاموشی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ گولہ باری دوبارہ شروع ہو جاتی ہے، تو وہ ایک بار پھر اطمینان سے گہری نیند سو جاتے ہیں توپوں کی گرج کی آواز تمام مردوں، بچوں اور بالغوں کے لئے لوری کا کام دیتی ہے۔ تاریک رات کے سناٹے میں وطن کے نوجوان ایک ایک یا دو دو مل کر اپنی اپنی لاٹھیاں لئے درختوں اور جھاڑیوں میں دشمن کے چھاتہ بردار فوجیوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ سب کے سب بے باک اور نڈر ہو کر یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔ سائرن کی آواز آتی ہے تو کھلی جگہوں میں موجود لوگ پناہ گاہوں میں چلے جاتے ہیں۔ خطرہ ٹل جانے کا اعلان ہوتا ہے تو باہر نکل کر دوبارہ اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کوئی شخص معمولات زندگی میں تعطل یا اس کے سبب پیدا ہونے والی مشکلات کی پروا نہیں کرتا۔ سب کی توجہ اس امر پر مرکوز ہے کہ یہ بازی کس خوبی سے کھیلی جا رہی ہے۔ ان کے نزدیک شہروں اور ویرانوں میں شہروں کے مضافات اور شہر پناہ کے راستوں میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے آزادی اور خود مختاری کے [illegible] اور مادر وطن کی علاقائی سالمیت کے پاسبان مجاہدوں کے لئے ایک کھیل سے زیادہ حیثیت حاصل نہیں ہے [illegible]

وطن کے شیر دل پاسبانوں کو لے جانے والی گاڑیوں میں [illegible] بھیج دیتے ہیں اور ان کا استقبال پرزور تالیوں اور فلک شگاف نعروں سے کرتے ہیں۔

کثیر ادنات طیارہ شکن توپیں جن کا مقامی علاقے کے ہر رنگ روپ چھپا کیا ہوتا ہے، دشمن کے طیاروں کی طرف گولے اگلنا شروع کر دیتی ہیں۔ جیٹ طیاروں کی گونج چند ہی سیکنڈ میں ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ دخل انداز طیارے تیزی سے پسپا ہو جاتے ہیں جب کبھی کوئی طیارہ مار گرایا جاتا ہے تو لوگوں کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ ان کے چہرے فرط مسرت سے تمتما اٹھتے ہیں اور سر جذبۂ افتخار سے بلند ہو جاتے ہیں۔ نامور اہل قلم جنہیں صاحب ذوق نقادوں نے ناصحانہ نثر نگاری کا اعزاز بخشا ہے، خود میدان میں نکل آئے ہیں۔ یہ نثر نگار حضرات از خود دن بھر کے واقعات پر موثر انداز میں تبصرے نذر کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ خود اعلیٰ درجے کے



ناشر ہونے کے اہل ہیں۔ اردو، ہندی دونوں زبانوں کا ملا جلا ایک روزمرہ پروگرام "ہندلا سے سچ" کے عنوان سے ہر شام نشر کیا جاتا۔ مرحوم نصیر انور اسے لکھتے اور خود ہی پیش کرتے۔ جس میں وہ ہر بکواس کا زوردار اور ترکی بہ ترکی جواب دیتے۔ مسودات لکھنے اور نشر کرنے کے عوض ایک پیسہ تک نہ دیا جاتا اور ریڈیو پاکستان کی طرف سے معاوضے کے طور پر دی جانے والی رقم کا چیک جنگی فنڈ میں جمع کر دیا جاتا۔

ایک مشہور مغنیہ اپنے شیر خوار بچے کو اس کے باپ کے حوالے کر کے سٹوڈیو چلی جاتی ہے۔ کیونکہ اسے ایک رزمیہ نغمے

اے وطن کے سجیلے جوانو
میرے نغمے تمہارے لئے ہیں

کی ریہرسل کر کے نشر کرنا ہے۔ گھر سے بچے کی نگہداشت کے لئے لگاتار پیغام آتے ہیں مگر وہ سنی ان سنی کر دیتی ہے وہ مادر وطن کی خدمت کا فرض ہر چیز پر مقدم سمجھتی ہے حصول زر کے لئے نہیں بلکہ وطن کی محبت کے واسطے اس خاتون نے اس زر کثیر کے نقصان کی بھی پروا نہ کی جو اسے فلم کے سٹوڈیو میں پیشہ ورانہ اداکاری سے حاصل ہوتا تھا۔ اس نے اپنا تمام وقت قومی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے گویا کہ مادر وطن کی پکار پر [illegible] حیات بخش موسیقی اور روح میں اتر جانے والے رزمیہ گیت ریڈیو سے لگاتار نشر کئے جاتے ہیں جو پرجوش سامعین کو بلا تردد ازبر ہو جاتے ہیں۔ جنہیں وہ ہر وقت گنگناتے رہتے ہیں۔ شعراء بے پناہ تخلیقی جذبے سے مغلوب نغمے پر نغمے لکھتے چلے گئے اور ہر نغمہ پہلے سے زیادہ موثر ہوتا۔ گلوکار، موسیقار اور مغنی جو اپنے اپنے فن میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے، اس قومی ضرورت کے وقت قابل قدر کردار انجام دینے کے لئے آگے نکل کر اپنی خدمات پیش کر دیتے ہیں۔ کسی مالی منفعت کے لئے نہیں، خالص وطن سے محبت کے تقاضے، میدان جنگ میں وطن کی آن کی خاطر لڑنے والے مجاہدین سے گہری عقیدت اور احترام کے لئے۔

[illegible] کے بعد قومی صفوں میں اتحاد کا رشتہ کبھی اتنا مضبوط نہیں دیکھا گیا جتنا کہ آج کے دن ہے۔ فکر و عمل دونوں ہم آہنگ تھے۔ کل کا اجنبی آج کا بھائی بن جاتا ہے آپس کی رنجشوں کو یکسر فراموش کر دیا گیا۔ چھوٹے چھوٹے تنازعات کی [illegible] آج یہ [illegible] قوم ناقابل تقسیم اکائی بن گئی [illegible] افراد نظم و ضبط اور اتحاد کے رشتے میں تسبیح کے دانوں کی طرح پروئے گئے اہل وطن

کم عرصے سے کمزور ہوا تھا یک ہوائی ہو گئے، مادرِ وطن کی ہوائی ہو گئے، مادرِ وطن کی قوت و استحکام اور عظمتِ اسلام پر اس کا یقین پختہ تر اور غیر متزلزل ہو گیا۔ وطن کی گلیوں میں کوئی دنگا فساد، کوئی ہنگامہ کہیں دیکھنے سننے میں نہ آیا۔

سیل اصلاحات ایسا شور و آیا نہ تھا
نکتہ چینی کی چٹانیں جو بہا کر لے گیا
اور بہ شے خودسری کا اژدھا پہلے کبھی
یک بیک مبہوت سے اپنی جا سے ہرگز ہل سکا

شیکسپیر نے درج بالا اشعار میں کنگ ہنری پنجم کی جو مدح سرائی کی اس کی کیفیت پاکستانی قوم پر زیادہ صادق آتی ہے جو اپنے اختلافات مٹا کر، بھلا کر ایک محکم حصار بن گئی تھی۔ قوم کے باہمی مفاد اور اپنی مسلح افواج سے اشتراک و تعاون کا احساس تمام بالغ شہریوں بچوں اور گلی کے کمانڈروں تک کے سینوں میں یکساں طور پر بھر گیا۔

یہ تھا ستمبر کا جذبہ ـــ ایسا جذبہ جس نے ملکی سالمیت کے خلاف دشمن کے شر انگیز عزائم کو ناکام بنانے کی خاطر پوری قوم کو ارد و سندھی طرح کھڑا کر دیا تھا اس جذبے کو از سر نو زندہ کرنے کی ضرورت ہے نہ صرف ستمبر ہی کے دنوں پیمانے کے مطابق بلکہ وقت کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کے ساتھ ساتھ بھی ضروری ہے جس کی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا! ستمبر قوم کے مکمل اتحاد کی ایک علامت ہے جسے ہر قیمت پر برقرار رکھنا ضروری ہے۔

آئیے! ہم عہد کریں کہ جذبہ ستمبر کو جسے آج ہم نے از سر نو اپنایا کسی بھی وجہ سے سرد نہیں ہونے دیں گے یہی جذبہ بابائے قوم کے ورثے میں ملے ہوئے تین بنیادی اصولوں اتحاد، تنظیم اور یقین محکم پر عمل کرنے کا غماز اور کا آئینہ دار ہے۔ آئیے! ہم میں سے ہر شخص ملک کی مسلح افواج سے وفاداری کا حلف اٹھائے اور ناموسِ وطن کے مقدس فرض کی انجام دہی میں جوانوں کی ذمہ داری ہے ان کے ہمدوش کھڑا رہے۔ آئیے! ہم اپنے سر اونچے رکھیں اور کسی قسم کے خطرے سے چاہے وہ کتنا ہی سنگین، ناک کیوں نہ ہو، اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچنے دیں۔ جذبہ ستمبر آج از سر نو تازہ ہے یہ ہمیشہ کے لئے قائم اور زندہ رہے گا۔

حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سو رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو میرے سامنے لایا جا رہا ہے اور مجھ کو دکھایا جا رہا ہے یہ سب لوگ کرتے پہنے ہوئے تھے جن میں سے بعض کے کرتے اتنے تھے جو سینے تک پہنچتے تھے اور بعض کے اس سے نیچے پھر میرے سامنے عمر بن خطاب کو لایا گیا جو اتنا لمبا کرتہ پہنے ہوئے تھے کہ زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے تھے" لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ فرمایا "دین" (بخاری و مسلم)

بقیہ : اسلامی تہذیب سے پہلے

پرانی بادشاہت کے دور کی حکومت کی بنیاد امن اور جنگ سے اجتناب پر قائم تھی تہذیبی ارتقاء کے اوائل دور میں مصریوں کا شمار اس لحاظ سے امن پسند معاشرے کے طور پر یاد کیا جاتا ہے خاندانی بادشاہت سے پہلے کے بادشاہوں کے پاس ذاتی استعمال یا جنگ کے لئے ہمہ وقت فوج نہ تھی ہر ایک صوبہ جسے نوم کہا جاتا تھا اس کی اپنی ملیشیا ہوتی جو عام طور پر رفاہ عامہ اور پبلک کی خدمت میں استعمال ہوتی اس کے سربراہ سول کے لوگ ہوتے جب باہر سے حملے کا خطرہ ناگزیر ہوتا تو سب صوبوں کی ملیشیا کو اکٹھا کر کے بادشاہ کے نامزد کردہ سول افسر کے

بہت امیر ہو گئے باہر کی لوٹ کھسوٹ کی عادت نے ملک کے اندر بھی اسی بیماری کو پھیلا دیا۔

امیروں اور غریبوں میں تفرقہ بڑھنے لگا اور اس معاشرے میں ظلم اور جبر کے ساتھ ساتھ بے شمار دوسری برائیوں نے جنم لیا فرعون خاندانی بادشاہت، وراثت، قبضہ جات، مال و دولت پر مکمل کنٹرول قائم رکھنے کے لئے بچوں کی شادیاں شاہی خاندان کے اندر ہی اندر کرتے اور لبا اوقات بہن بھائیوں کی آپس میں شادی کر دیتے۔

تحت کر دیا جاتا عام حالات میں لوگ امن سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے اور بادشاہت کا دباؤ کم سے کم اور عیاشی کے اخراجات کچھ نہ تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دور کے لحاظ سے دریائے نیل کی وادی بہت زرخیز تھی سال میں تین فصل آسانی سے پیدا ہوتے نیل سے نہریں نکال کر آبپاشی کا بہترین نظام بنایا گیا تھا دفاعی لحاظ سے اس وادی کے دو اطراف بڑے بڑے صحرا تھے ایک طرف سمندر اور جنوب میں بھی صحرا اور جنگل نہ ہی اس وقت کسی اور کے پاس اتنی بڑی فوج تھی جو ایک منظم حملہ کرتی۔

پرانی بادشاہت کا خاتمہ

۲۲۰۰ قبل مسیح میں پرانی بادشاہت کے خاتمے سے پہلے بڑی بڑی معاشی اور سماجی تبدیلیاں نمودار ہونے لگیں صوبوں کے طاقتور لوگوں نے زمین پر قبضہ بڑھایا اور انہیں جاگیروں میں تبدیل کر دیا ایک طرف اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لئے شخصیت پرستی کو رواج دیا اور ساتھ ساتھ علاقہ پرستی اور صوبائی قوم پرستی کو ہوا دی شخصیت پرستی اور صوبہ پرستی کے نام پر عام لوگوں پر ٹیکسوں کا بوجھ ناقابل برداشت حد تک بڑھا گیا تو مصری معاشرہ انتشار کا شکار ہونے لگا دو سو سال مصر وحشی

قبائل کے حملوں کا نشانہ اور اندرونی طوائف الملوکی کا شکار رہا پھر جب درمیانی بادشاہت کا دور شروع ہوا تو حالات بدلنے شروع ہوئے بارہویں خاندانی بادشاہت میں لوگوں نے معاشی اور سماجی حقوق دوبارہ حاصل کر لئے لیکن اس دور کا جلد ہی گدڑ یا بادشاہوں کے حملوں سے ہوا ان حملہ آوروں کو ملک سے نکالنے کے بعد مصر نے پیشہ ور فوج بنائی جس نے ساری زرخیز ہلالی پٹی کو فتح کیا لیکن انہی فتوحات کے بعد مصر میں فرعونوں کا جو دور شروع ہوا اس کا شمار تاریخ میں انسان پر انسان کے ظلم کے لحاظ سے ایک بدترین دور کہا جاتا ہے۔

جاری ہے

بقیہ : جوگ ، جوگی

بڑی نجیبیں سے ملتے ہیں انہوں نے اپنی دوسری کتاب، جواہر خمسہ میں بھی ان کا ذکر کیا ہے بابا بلھے شاہ کے مرشد شاہ عنایت قادری کے مرشدین کی نسبت شیخ محمد غوث گوالیاری تک پہنچتی ہے اس ضمن میں دارا شکوہ کی مثال بڑی واضح ہے اس نے تقریباً پچاس اپنشدوں کا فارسی میں ترجمہ کروایا اور اس کا نام "سرا کبر رکھا" وہ لکھتا ہے کہ قرآن مجید میں جس کتاب مکنون (خفیہ کتاب) کا ذکر آیا ہے اس سے مراد یہی اپنشد ہیں اپنی دوسری کتاب مجمع البحرین میں تصوف اور ویدانت کو ایک بتلاتا ہے اس کی تیسری کتاب منہاج السالکین دراصل ایک ہندی کتاب "جوگ بششٹ" کا ترجمہ ہے جس میں اس نے وحدت الوجود کے نظریہ کی بڑی تعریف کی ہے مذکورہ بالا بلھے شاہ کے مرشد شاہ عنایت قادری نے اپنی کتاب دستور العمل میں وہ تمام طریقے گنوائے ہیں جن پر قدیم عہد سے مکتی یا نجات کے حصول کے لئے کاربند تھے چنانچہ فلسفۂ جوگ کی تاریخ و کردار کا ہمارا مختصرہ سا نظری مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اگر ایک جانب جوگ نے برصغیر کے تمام مذاہب کی بزعم خویش اچھائیاں جذب کرنے کی کوشش کی تھی تو دوسری جانب اس نے ان اہل مذاہب کے اذہان و قلوب کو بھی کافی حد تک متاثر کیا تھا۔

بقیہ : ایم کیو ایم

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے ظلم اور بربریت کے سامنے حکومت کیوں بے بس اور خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے ان حالات میں کئی گورنر اور وزرائے اعلیٰ کی تبدیلی ہوئی ایک وزیر اعلیٰ کو تو ان ہنگاموں اور دھماکوں کا ذمہ دار ٹھہرا کر ہی اس عہدے سے الگ کیا گیا تھا لیکن نہ ہی آج تک اس کے خلاف کوئی ایکشن ہوا اور نہ ہی ان دہشت گردوں کے گریبانوں تک کسی کا ہاتھ پہنچا نئے چہرے آتے ہیں ان کے نام کے نعرے لگتے ہیں چلے جاتے ہیں حالات جوں کے توں رہتے ہیں نئے آئی جی (انسپکٹر جنرل پولیس) آتے ہیں چلے جاتے رہیں حالات اپنی جگہ بدستور خراب ہیں تمام انتظامیہ تمام عہدے ان مجرموں کے سامنے بے بس ہیں آخر کوئی تو اس مسئلے کا حل ہے ہی اگر خدا جانے یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا ان کا قائد الطاف حسین شعلہ ذکر ہے جو اپنی تقریر بھی اسی انداز میں کر کے ان کے جذبات کو ابھارتا ہے اور ان کو ظلم کی داستان اس طریقے سے سنا کر پیش کرتا ہے کہ سننے والے اپنے آپ کو کراچی کے جلسہ میں نہیں بلکہ کربلا میں بیٹھا ہوا تصور کرتے ہیں اگر وہ لوگوں کو صبر و تحمل کا سبق دیں ایک دوسرے کو بھائی چارے کا درس دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہاں امن اور سکون نہ ہو وہاں پنجابی اور پٹھان بھی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں حکومت کو اس پر توجہ دینی چاہیے سندھیوں کو ہم نے اپنی سرزمین پر نہیں بلکہ اپنے دلوں اور اپنے ذہنوں میں بسایا ہوا ہے اور کیا اس کے بدلے ہمارے غریب اور مزدور بھائی کراچی میں جاکر مزدوری نہیں کر سکتے آج سے کچھ سال پہلے جن لوگوں کے حالات بہت خراب ہوئے وہ کراچی میں جاکر پناہ لیتے تھے اور مزدوری کار کرتے تھے آج کراچی میں ان ہی لوگوں کا دم گھٹتا ہے یہ حالات اس دن سے کراچی میں پیدا ہوئے ہیں جس دن سے ایم کیو ایم وجود میں آئی ہے ایم کیو ایم کا مطلب یہ نہیں کہ مہاجر قومی موومنٹ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ (مارو کیوں نہیں مارتے) ان کو ٹریننگ ہی یہ دی جاتی ہے کہ سندھی پنجابی یا پٹھان دیکھو جو چیز بھی ہاتھ میں آئے ان پر وار کر دو ان کے لیڈر ان کو ایم کیو ایم کے بہانے یہ آرڈر دیتے ہیں کہ (مارو کیوں نہیں مارتے) اس نعرے کی شہہ پر اتنی قتل و غارت ہو رہی ہے سندھ سے آج یہ نعرہ ایم کیو ایم (مارو کیوں نہیں مارتے) ختم ہو جائے تو یہ قتل و کیتیاں ختم ہو سکتی ہیں ان کی پرورش ایک خاص گروہ نے کی مارشل لاء دور میں یہ تنظیم خوب پھلی پھولی اور اس نے پنجابی اور پٹھان کا ہی نہیں خود سندھیوں کا بھی سکون تباہ و برباد کر دیا آج وہاں بسنے والا ہر شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا ہے نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ کسی کی عزت حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو بھی ظلم کا نشانہ بنایا جاتا ہے

بقیہ ضیاء الحق کی قبر

ہمدردی ہوتی ہے ان کی منزل ان کی دنیا ان کا سب کچھ صرف اقتدار ہی ہوتا ہے وہ ان کو جہاں سے بھی ملے جدھر سے بھی ملے اس کے لیے وہ جان لڑا دیتے ہیں اور پیچھے نہیں ہٹتے اقتدار ملنے کے بعد بھی یہ کسی کے نہیں ہوتے یہ موسمی بٹیرے ہر دور میں تازہ اور ہشاش بشاش رہتے ہیں ۔

مکتوبِ بھگوال

احمد سعید فراز

● موضع بھگوال، چکوال سے ۴۰ کلومیٹر شمال مغرب کی جانب واقع ہے اور علاقے کا مرکزی مقام ہے جدید سائنس کے اس دور میں تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے بدقسمتی سے اس گاؤں میں وڈیرہ شاہی ابھی تک رائج ہے جس کی وجہ سے یہ گاؤں ترقی نہیں کر سکا یونین کونسل کرسال کا یہ گاؤں بلکسر سے نکلنے والی لنک روڈ پر ۲۰ کلومیٹر آگے واقع ہے اس گاؤں کی آبادی تقریباً ۲۰ ہزار کے لگ بھگ ہے ۲۰ ہزار نفوس پر مشتمل یہ گاؤں ابھی تک بجلی اور پانی جیسی بنیادی انسانی ضروریات سے محروم ہے گذشتہ نومبر کے انتخابات میں انتخابی مہم کے دوران فوزیہ بہرام اور ملک منصور حیات نے بلند بانگ دعوے کرکے ووٹ تو لے لئے لیکن انتخابات جیتنے کے بعد انہوں نے بھگوال آنے تک کی زحمت نہیں کی۔

● واٹر سپلائی اسکیم گذشتہ ایک سال سے زیر تعمیر ہے اور ابھی تک اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا یہاں کے لوگوں کا مطالبہ تھا کہ ۵ کلومیٹر دور مولوال کے نزدیک کنواں کھود کر ہمیں پانی نہ دیا جائے کیوں کہ وہاں کا پانی کڑوا اور نمکین ہے جب کہ گاؤں کے درمیان کنواں موجود ہے اور واٹر سپلائی کا پانی وہاں سے فراہم کیا جا سکتا ہے تو پھر محکمہ پبلک ہیلتھ اتنی دور سے نمکین پانی دینے پر کیوں مصر ہے؟ متعلقہ محکمہ نے عوام کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے مولوال کے نزدیک کنواں کھود دیا ہے لیکن ایک سال پورا ہونے کو ہے ابھی تک وہ نمکین پانی بھی نہیں دیا گیا اہل دیہہ کی یہ دیرینہ خواہش کب پوری ہو گی؟۔

● یہاں پر ایک بوائز ہائر سیکنڈری اسکول اور ایک گرلز ہائی اسکول بھی موجود ہے بھگوال ہائی ہائی اسکول ہو جن کا شمار ضلع بھر کے معیاری تعلیمی اداروں میں ہوتا تھا بدقسمتی سے امسال بوائز مڈل اسٹینڈرڈ کے رزلٹ کے مطابق ۸۷ طلباء میں سے ۴۱ پاس ہو سکے جب کہ گرلز مڈل اسٹینڈرڈ کے رزلٹ کے مطابق ۳۵ لڑکیوں میں سے صرف ۳ لڑکیاں پاس ہو سکیں جن پر عوامی حلقوں نے تشویش ظاہر کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ اسکول میں ماہر اساتذہ کو متعین کیا جائے اور بوائز ہائر سیکنڈری اسکول کی چار دیواری تعمیر کی جائے اور پرائمری اسکول میں مزید کمرے بنوائے جائیں اور اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

● ہسپتال زچہ وبچہ جس کی منظوری سابقہ ایم پی اے سردار غلام عباس کے دور میں ہو چکی تھی وہ اب بجائے بھگوال بننے کے نیلہ میں بن چکا ہے بھگوال کے گردونواح ۲۰ کلومیٹر کے اندر کوئی ہسپتال و میٹرنٹی ہوم نہیں ہے اس لئے بھگوال میں ہسپتال و میٹرنٹی ہوم قائم کیا جائے تاکہ علاقے کے لوگ مستفید ہو سکیں

● محکمہ زراعت کا مرکزی دفتر جو کچھ عرصہ پہلے بھگوال میں تھا اب دولہہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور بھگوال دفتر میں صرف دو فیلڈ اسسٹنٹ ہیں ہیں اور دفتر میں دوائیں بالکل نہیں ہیں اور نہ ہی فیلڈ اسسٹنٹ صاحبان دفتر میں ملتے ہیں بھگوال کے عوام محکمہ زراعت کے اعلیٰ افسران سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آخر ۱۸ دیہات کے مرکزی گاؤں سے محکمہ زراعت کا مرکزی دفتر عمارت ہونے کے باوجود کیوں ختم کر دیا گیا نیز یہاں پر جو دو فیلڈ اسسٹنٹ کام کر رہے ہیں ان کو پابند کیوں نہیں کیا جاتا؟

● شفاخانہ حیوانات جس کیلئے غریب کسانوں کو ۲۰ کلومیٹر دور بلکسر جانا پڑتا ہے اور شفاخانہ حیوانات نہ ہونے کی وجہ سے ہر سال ہزاروں مویشی ہلاک ہو جاتے ہیں اس لئے یہاں شفاخانہ حیوانات قائم کرکے ہزاروں مویشیوں کی جان بچا کر قومی دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

● بلکسر سے بھگوال آنے والی لنک روڈ انتہائی خستہ حالت ہے اور منڈے گاؤں کے قریب برساتی نالے کے اوپر پل کی حالت انتہائی نازک ہے اور پل کسی بھی وقت ٹوٹ سکتا ہے جس سے انسانی جانوں کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے محکمہ ہائی وے سے اپیل ہے کہ اس روڈ کو اپنی تحویل میں لے کر اس کی تعمیر کا کام شروع کرایا جائے اس سے پہلے یہ روڈ ضلع کونسل کی تحویل میں ہے۔

● ٹرانسپورٹ کا مسئلہ خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے جادلی، رویوال اور وروال جانے والی بسیں جو کہ بھگوال سے گذر کر جاتی ہیں ان بسوں کے مالکان کا جب جی چاہتا ہے منڈے سے براستہ مینگن اور جب جی چاہتا ہے منڈے سے براستہ بلکسر، چکوال آتے ہیں جس کی وجہ سے بلکسر آنے، جانے والے مسافروں کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے علاوہ ازیں کنڈیکٹر صاحبان کا اسٹوڈنٹ حضرات سے سلوک انتہائی غیر منصفانہ ہے۔

مندرجہ بالا مسائل کے حل کے لئے ہم منتخب ارکان قومی و صوبائی اسمبلی ملک منصور حیات اور فوزیہ بہرام سے اپیل ہے کہ وہ فوری طور پر ان مسائل پر توجہ دے کر مسائل حل کریں۔





وزیر اعلیٰ پنجاب سے اپیل

مکرمی! آپ کے اخبار کی وساطت سے چکوال کی عوام یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ دوسرے صوبوں کی طرح پنجاب میں بھی اسلحہ کی تجدید فیس میں کمی جائے کیونکہ موجودہ فیس بہت زیادہ ہے۔ گذارش ہے کہ اسلحہ فیس پر نظرثانی کرکے اس میں کمی کی جائے۔

جاوید اختر ٹیلر چکوال

ڈسپنسری کی عمارت کی تعمیر کا مطالبہ

مکرمی! موضع ڈھوک نگری داخلی سیتھی کے عوام کے مطالبہ پر ممبر ڈسٹرکٹ کونسل ملک منصور اقبال نے ۸۷ء میں ڈسپنسری منظور کروائی تھی جس کا اجرا ایک مقامی شخص محمد اصغر کے ذاتی مکان میں کیا گیا ڈسپنسری کے لئے ۴ کنال اراضی انتقال کروادی گئی ہے لیکن تاحال ڈسپنسری کی عمارت تعمیر نہیں کی گئی ملک منصور حیات ایم این اے، مسز نوزیہ بہرام ایم پی اے سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ موضع ڈھوک نگری کی ڈسپنسری کی عمارت کے لئے گرانٹ منظور کرائی جائے۔

اہلیان ڈھوک نگری داخلی سیتھی

چیئرمین ضلع کونسل توجہ فرمائیں

مکرمی! بھال بھلیاں کے عوامی حلقوں نے چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل میجر سلیم اصغر سے گذارش کی ہے کہ ہمارا پانی کا کنکشن نو پور واٹر سپلائی میں لگا ہوا ہے سیتھی اور منارہ کا بھی کنکشن اسی واٹر سپلائی میں لگا ہوا ہے سیتھی اور منارہ کے لوگ اثر و رسوخ رکھتے ہیں اور قانون شکنی سے گریز نہیں کرتے لہٰذا انہیں دوسرے دن پانی مل جاتا ہے جب کہ بھلیاں اور بھال کے عوام کو دوسرے دن پانی ملتا ہے جواز یہ ہے کہ یہاں کے لوگ امن پسند اور شریف ہیں کیا اس جمہوری دور میں شریف لوگوں کی یہی سزا ہے کہ ایک ہی گھاٹ سے کسی کو پانی ملتا ہے اور کسی کو بوند بھی نہیں ملتی۔

ایم این اے اور ایم پی اے کی خدمت میں دھیدوال کا مسائل البم

چکوال سے جانب جنوب مشرق چوآسیدن شاہ روڈ اور جہلم کے درمیان واقع ۱۰ ہزار نفوس پر مشتمل یہ گاؤں جہاں سابقہ دور میں چند ترقیاتی کاموں کی وجہ سے گویا مردہ جسم میں زندگی واپس آگئی، کے باوجود مسائل کا البم ہے نالہ بناڑ کے کنارے یہ گاؤں زندگی کی اہم ضرورت پانی جیسی نعمت سے محروم ہے پرانی آبادی میں ۳۰۰ فٹ تک گہرائی میں بھی کڑوے اور ناقابل استعمال پانی کی وجہ سے اس جدید دور میں بھی پتھر کے دور کی تاریخ دہرائی جارہی ہے حکومت پنجاب سے بارہا اس بارے میں عرض داشتیں روانہ کی جاچکی ہیں اور ایک اطلاع کے مطابق وزیر اعلیٰ پنجاب کی میز پر اپنی باری کی منتظر ہے آخری خبریں آنے تک گورنر سرحد امیر گلستان جنجوعہ نے اسکیم واٹر سپلائی کو اپنے آبائی گاؤں بوسے جھمیال میں منتقل کروالیا ہے جہاں ابتدائی کام شروع ہوچکا ہے ادھر پی سی او ٹیلیفون نمبر جو ایک سال سے تعصب سے ناکارہ محکمہ مواصلات کا منہ چڑا رہا ہے سینکڑوں افراد بیرون ملک زرمبادلہ کما رہے ہیں مگر باوجود درخواستوں کے کوئی بھی بینک یہ کثیر رقم برانچ کھول کر وصول کرنے پر آمادہ نہیں ہائی وے کے ٹھیکیدار لنک روڈ مکمل کرکے اپنے خیمے اکھیڑ ہی رہے تھے کہ سڑک نے حالیہ بارشوں کا نہایت کشادہ دلی سے استقبال کیا اور خود راستے سے ہٹ گئی حیرانگی کی بات یہ ہے کہ محکمہ کے ایماندار انجینئر صاحب نے اس کی مضبوطی پر مہر تصدیق ثبت کردی تھی یونین کونسل جبوال کے اس سب سے بڑے گاؤں میں صحت مرکز کی اشد ضرورت ہے حالانکہ اس غرض کے لئے محمد شفیع نے حسب ضرورت اراضی مہیا کرنے کی پیشکش بھی کی ہے جناب ایم این اے وایم پی اے سے فوری توجہ کی درخواست ہے۔

محمد امیر بٹ کونسلر وایڈووکیٹ دھیدوال۔

وزیر اعلیٰ نواز شریف سے گذارش

مکرمی! آپ کے اخبار کی وساطت سے ہم وزیر اعلیٰ نواز شریف کو یہ یاد دہانی کرانا چاہتے ہیں کہ الیکشن کے وقت جو انہوں نے علاقہ کی مختلف ضروریات کے پیش نظر جو اعلانات کئے تھے ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا اگرچہ علاقہ میں بہت سے مسائل ہیں لیکن تعلیم انسان کے لئے بہت ضروری ہے اول تو کوئی غریب آدمی پڑھ ہی نہیں سکتا کیونکہ تعلیم کے بہت اخراجات ہیں اور اگر کوئی اس منزل تک کسی طرح پہنچ جاتا ہے تو اس کو داخلہ ملنا مشکل ہوجاتا ہے آپ کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ یہاں چکوال میں ایم اے کی کلاسیں شروع کی جائیں گی لیکن ابھی تک اس پر عملدرآمد نہیں ہوا ضلع چکوال کے عوام پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ گورنمنٹ ڈگری کالج میں جلد از جلد ایم اے کی کلاسیں شروع کر کے اپنا وعدہ پورا کیا جائے۔

شیخ محمد نعیم صدیقی چکوال۔



تقسیم ملک سے قبل سرکاری سکولوں میں ہڑتال

تحریر ملک محمد دین ادیب

● تقسیم ملک سے قبل چکوال میں تین ہائی اسکول اور ایک پرائمری اسکول تھا ہندو جاتی نے اپنے دھرم اور مذہبی عقائد کے تحفظ کے لئے ایک ہائی اسکول ڈی۔ اے۔ وی کے نام سے قائم کر رکھا تھا جس میں ہندو اور غیر مسلم طلباء تعلیم پاتے تھے اس دور میں ہندو اسکول چلانے کے لئے فنڈ مہیا کرنے میں فراخدلانہ جدوجہد سے کام لیتے تھے اسکول دھرم دھڑکے سے چل رہا تھا سٹاف محنتی اور پختہ کار تھا سکھوں نے اپنے پنتھ کی روشنی میں خالصہ ہائی اسکول کے نام سے ایک اسکول کھول رکھا تھا اس کی بنیادیں مالی اعتبار سے نہایت پختہ تھیں سالانہ نتائج قابل تعریف تھے کچھ مسلمان طلباء بھی اس اسکول میں برابر داخلہ لئے ہوئے تھے علاوہ ازیں ایک اور ہائی اسکول تھا جو پہلے ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی اسکول کے نام سے موسوم تھا جب اسے گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لے لیا تو اسے گورنمنٹ ہائی اسکول کے نام سے پکارا جانے لگا اس گورنمنٹ ہائی اسکول میں ۹۵ فیصد تعداد مسلمان طلباء کی ہوتی تھی ہندو طلباء کی تعداد آٹے میں نمک کے موافق تھی البتہ اساتذہ میں ہندو استاد کافی ہوا کرتے تھے اسکول میں ہندو اور مسلمان استاد محنت و جانفشانی سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے کبھی کبھار کسی غیر مسلم استاد کی غیر پسندیدہ حرکت سے ہیجانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اسکول کے سینئر سائنس ماسٹر لالہ لال چند دسویں جماعت کو سائنس پڑھانے لگے تو دو لڑکے اپنی اپنی نشست پر الجھ پڑے سائنس ماسٹر نے کہا کہ تم مساجد میں تو چٹائیوں پر حصہ اسفل رگڑتے رہتے ہو یہاں کرسیوں کے لئے باہمی لپاڈکی کرتے پھرتے ہو اس غیر سنجیدہ گفتگو سے طلباء میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور وہ بطور احتجاج کلاس سے نکل آئے اور ہڑتال کر دی دوسرے روز اسکول کی دیگر کلاسوں نے بھی ہڑتال میں بھرپور حصہ لیا جماعت نہم، ہشتم، ہفتم اور ششم کے طلباء نے بھی سائنس ماسٹر کے خلاف پرجوش مظاہرہ کیا اطلاع ملنے پر راولپنڈی کے انسپکٹر مدارس نے اپنے ڈپٹی انسپکٹر شیخ اللہ رکھا کو تحقیقات کی غرض سے چکوال بھیجا ڈپٹی انسپکٹر نے نہایت ایمانداری سے حالات و واقعات کی نقاب کشائی کی طلباء کا اصرار تھا کہ سائنس ماسٹر کے تبادلہ کے احکام فوراً جاری کئے جائیں اور انہیں اسکول آنے کی ہرگز، ہرگز اجازت نہ دی جائے ڈپٹی انسپکٹر نے سائنس ماسٹر کو تلہ گنگ کیلئے تبدیل کر دیا انہوں نے اسکول کے باہر ہی چارج رپورٹ پر دستخط کئے اور چلتے بنے اسی دوران ہندو وکلاء کے ایک وفد نے ڈپٹی انسپکٹر مدارس سے ملاقات کی اور ان کو بتایا کہ اس ہڑتال اسکول ماسٹر ادیب کا ہاتھ ہے اور اسی نے طلباء کے جذبات بھڑکا کر یہ غیر شعوری طریقہ اختیار کرنے پر انہیں آمادہ کیا ڈپٹی انسپکٹر ارکانِ وفد کی گفتگو سے بے حد متاثر ہوئے اور استاد ادیب کے تبادلہ کے احکامات جاری کر دیئے انہیں گورنمنٹ ہائی اسکول حضرو میں چارج سنبھالنے کا حکم دیا گیا ہیڈ ماسٹر شیخ نصیر الدین نے کہا کہ اس تازہ حکم کا اثر یہ ہو گا کہ ہڑتال کبھی ختم نہ ہو گی اور نہ ہی میں اسکول کے نظم و نسق کو سنبھال سکوں گا چنانچہ ڈپٹی انسپکٹر نے استاد ادیب کے تبادلے کے احکام منسوخ کر دیئے طلباء کی ہڑتال ختم ہو گئی اور اسکول میں درس و تدریس کا سلسلہ بخیر و خوبی جاری ہو گیا۔

سچ کہا ہے کسی بزرگ نے اللہ پر بھروسہ ہو تو عزت نہیں گھٹتی۔

● چکوال کے مرحوم رئیس اعظم راجہ محمد سرفراز خان نے شہر اور علاقہ کے عوام کی حیات افروز خدمات دیں موجودہ ڈگری کالج کے قیام میں آپ کے خلوص و انس نے نمایاں کردار ادا کیا یتیموں اور بیواؤں کے وظائف مقرر کئے گردشِ افلاک کے ستائے ہوئے افراد کی دل کھول کر امداد کی آپ حج مبارک کی سعادتیں سمیٹ کر مراجعت فرمائے چکوال ہوئے تو ادیب ملک نے شہریوں کی جانب سے یہ ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ ؎

کتنی بلند بخت ہے خاک رہِ حجاز
اے سرفراز جس نے کیا تجھ کو سرفراز
تجھ کو اس آستانے کا سجدہ ہو نصیب
جس کے ہر ایک ذرہ میں ہے روحِ صد نماز
دیکھی ہے تو نے یثرب و بطحا کی روشنی
کھولا تری نگاہ نے رازِ نیاز و ناز
سرکارِ حسن و عشق میں تو نے سنا دیا
جوشِ نیاز و انس کا افسانۂ دراز
وہ دن خدا کرے کہ ہماری جبینِ شوق
تیری طرح ہو سجدۂ الفت سے سرفراز

گفتگو میں تندی تیزی آئی اور فریق اس مقابلے میں زخمی ہو گیا۔

جناب والا۔ ہم سب سے پہلے اس امر پر اظہارِ مسرت کرتے ہیں کہ ربِ کعبہ کی رحمت سے آپ کو ان مقدس مقامات کی زیارت نصیب ہوئی جن کی فضا میں آج سے سینکڑوں برس پہلے اسلام کا سرمدی پیغام گونجا اور عالمگیر ہنگامہ بن کر دنیا کے ہر گوشے پر حاوی ہو گیا آج تک دنیا میں حیات و بقا کے جتنے مظاہرے رونما ہوئے ان میں اسی پیغام کی تاثیر کارفرما ہے جس کو حضور علیہ السلام کی زبانِ الہام ترجماں سے عالمِ الفاظ میں آنے کی سعادت میسر آئی تھی ہمیں آپ کی خوش بختی پر اس لئے خوشی نہیں کہ آپ کعبۃ اللہ اور مدینۃ النبی کی زیارت باسعادت سے سرفراز ہوئے کیوں کہ یہ سعادت ہر اس مسلمان کے حصہ میں آ چکی ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے اچھی طرح واقف ہے جو چیز ہمیں عقیدت و محبت میں ڈوبا ہوا ہدیۂ تبریک پیش کرنے پر مجبور کر رہی ہے وہ آپ کے مقدس جذبات ہیں جن میں محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ؐ کا وہ اضطراب پوشیدہ ہے جن کی کارفرمائی آپ کو حیوال سے یثرب و بطحا تک کشاں کشاں لے گئی یہ جذبات یقیناً اس دولتِ سرمدی کے سرمایہ دار ہیں جس کو اصطلاحِ عام میں ایمان کہا جاتا ہے۔

جنابِ محترم! ہمیں آپ کی خوش بختی پر اس لئے فخر ہے کہ آپ کی وہ نگاہیں ہم پر جلوہ پاش ہیں جو خانۂ خدا اور گنبدِ خضرا سے ہم آغوش ہو کر آ رہی ہیں ان نگاہوں سے ابھی

ان تجلیوں کی روشنی چھن رہی ہے جو خاکِ مجاز کے پردے میں مسلمانوں کو نورِ بصیرت بخش رہی ہیں اس حقیقت کے پیشِ نظر ہمارے دل آپ کی طرف کھچے آ رہے ہیں ہماری روحیں بادۂ تعظیم سے سرشار ہو کر آداب بجا لا رہی ہیں اور دل میں جو ہیجان خیز کیفیتیں ہیں ان کے اظہار کے لئے دامنِ الفاظ تنگ اور احاطۂ گفتگو محدود ہے۔ ؎

جو سما سکتیں نہیں الفاظ میں
میں خموشی سے وہ باتیں کہہ گیا۔

جنابِ مکرم! ہم بخلوصِ قلب آپ کی مع الخیر واپسی پر آپ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں اور خداوند کریم سے ملتجی ہیں کہ اس قسم کے ہدیئے پیش کرنے کا ہمیں ہر سال موقع ملتا رہے اور خدا کرے ہم بھی یہ سعادت حاصل کر سکیں آخر میں ہم آپ کی درازیٔ عمر کیلئے دعا کرتے ہیں خدا کرے کہ آپ قوم و مذہب کی خدمت پہلے سے زیادہ جوش و انہماک کے ساتھ کر سکیں۔

بس ایک ہی دھن کہ اس نازک موقع پر مسلمان کسی میدان میں بھی پیچھے نہ رہ جائیں یہ سب لوگ استادِ مکرم ملک محمد دین ادیب صاحب کی سحر انگیز شخصیت سے بہت متاثر تھے ادیب صاحب بھی ایک منفرد وضع کے استاد تھے قومی شعور و احساس طلباء میں جگائے رکھتے تھے کلاس روم میں بدنی سزا نہ دیتے تھے صرف زبانی کلامی شرمندہ کر دیا کرتے تھے اکثر یہ شعر کلاس میں پڑھتے تھے۔

پڑھیں گے لکھیں گے ہوں گے خراب
کھیلیں گے کودیں گے بنیں گے نواب

بڑے ممبران کے ساتھ ہم چھوٹے ان کی "بی" ٹیم تھے پورے طور پر ان کے اسرار و رموز سے تو واقف نہ تھے لیکن گاہے گاہے ہمارا امتحان لیتے رہتے تھے اسی قسم کے امتحان کے دوران پستول چل گیا اور گولی محمد حنیف کے گھٹنے میں پیوست ہو گئی بڑی مشکل سے نکالی گئی حلقۂ احباب کے باہر کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی مجھے اور فضلِ حق کو کہا گیا کہ تم نے ایک مخصوص ہندو شر پسند کو ٹھکانے لگانا ہے اگر یہ کام تم نے کر دیا تو پھر تم پورے ممبر شمار کئے جاؤ گے اور اسلحہ بھی نہیں دیا جائے گا چنانچہ ہم دونوں بعد نمازِ عشاء اپنے پروگرام پر نکل پڑے۔

آغا شورش کاشمیری کا وصیت نامہ ......

مرنے کے بعد مجھے وہ شخص غسل دے۔

* جس نے منبر و محراب کی عظمت کو داغدار نہ کیا ہو۔
* جو کبھی انگریزی فوج میں بھرتی ہو کر مکہ معظمہ کی حکومت کے لئے نہ لڑا ہو۔
* جس کا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام ہو۔
* مجھے وہ شخص کفن پہنائے جس کی غیرت نے کبھی کفن نہ پہنا ہو۔
* مجھے وہ شخص کندھا دیں جو ظلم و جور کے خلاف لڑتے رہے ہوں
* میرا قلم اس شخص کو دیا جائے جو اس کو تیشۂ کوہ کن بنا سکے جس کو لہو سے لکھنے کا سلیقہ آتا ہو
* مجھے وہاں دفن کیا جائے جہاں کے گورکن قبر کی مٹی فروخت نہ کرتے ہوں۔
* مجھے وہ دوست لحد میں اتارے جو دنیا کے بعد معمول جاتے کی تاریخی اداؤں سے واقف ہوں کوئی حکمراں میری قبر پر فاتحہ نہ پڑھے۔
* میری قبر پر ایک ہی کتبہ لکھا جائے کہ۔

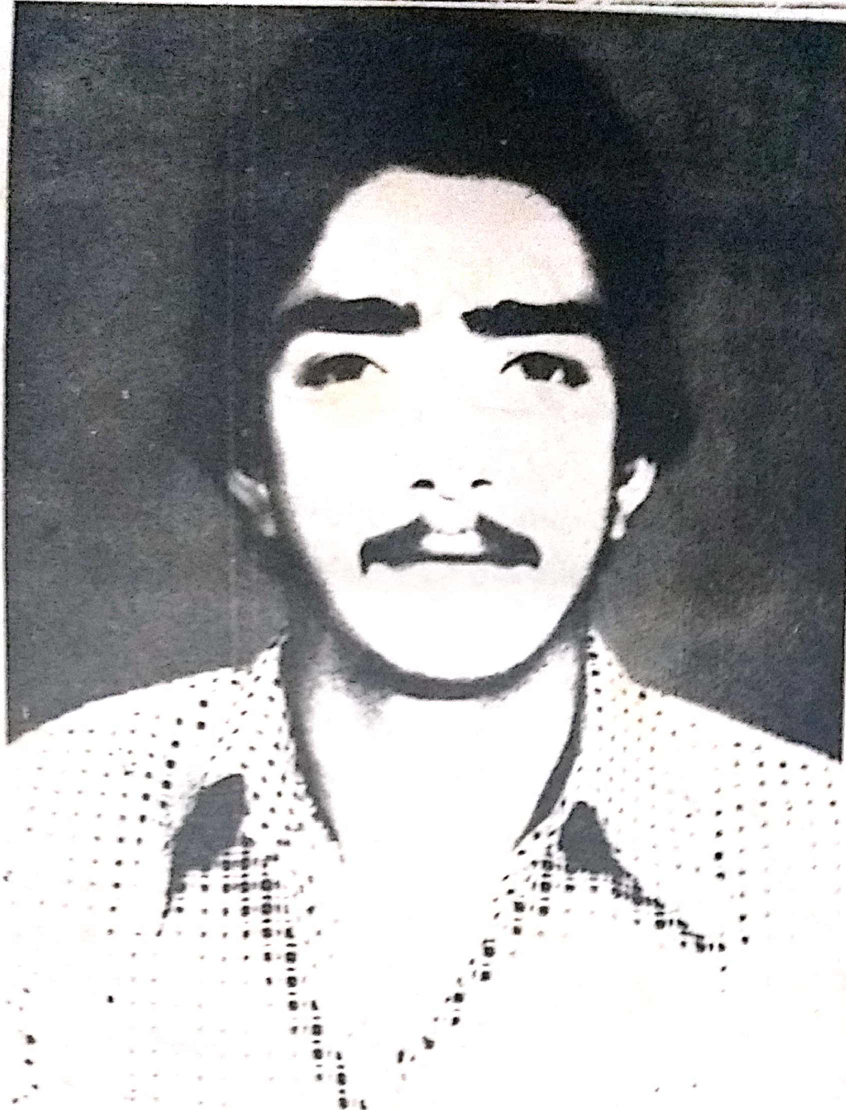
"یہاں وہ شخص دفن ہے جس کی زندگی تمام عمر عبرتوں کا مرقع رہی ہے۔"

مرسلہ: عظمت علی جوگی۔

آئندہ شمارہ میں

- محمد خان ڈاکو کے مفصل حالات
- سندھ میں ڈاکوؤں کا مسئلہ

فدا الرحمٰن کے قلم سے



زندگی ایک امانت ہے جو کہ قدرت نے دے رکھی ہے مسٹر انوار حسین بھی اپنے والدین کے پاس خدا کی دی ہوئی امانت تھا جو اس نے ۲۱ جولائی ۱۹۸۳ء کو واپس لے لی۔ ملک انوار حسین ۷، ۲۰ ستمبر کو لاہور میں پیدا ہوا ابتدائی تعلیم لاہور (مغل پورہ) میں حاصل کی میٹرک کے بعد ۱۹۸۰ء میں گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی لاہور میں داخلہ لے لیا تین سال تک نمایاں پوزیشن کے ساتھ وہاں پڑھتا رہا ماہ جولائی میں آبائی گاؤں جھامرہ میں آیا اور ایک برساتی نالے میں جاں بحق ہو گیا۔

مرحوم کو کرکٹ سے بہت زیادہ لگاؤ تھا لاہور الفیصل ٹاؤن میں ینگ الیون کا نامور ممبر تھا ۱۹۸۲ء میں جھامرہ کے چودری کرکٹ کلب میں شمولیت اختیار کی دنبار میں کرکٹ اُن دنوں عروج پر تھا سلیم تاج، نعیم تاج اور الطاف جیسے نامور کھلاڑیوں نے ان دنوں دنبار میں انٹر کالج بوچھال کلاں کی گراؤنڈ پر میچ کھیلے انوار اس وقت ایک اچھے کھلاڑی کی حیثیت سے کرکٹ کھیل رہا تھا۔

مرحوم نے اچھے کھلاڑی کی حیثیت سے علاقہ کی تمام ٹیموں میں شرکت کی ان کی وفات سے پہلے ایک نمائشی ٹورنامنٹ کرایا گیا ان کی زندگی کے آخری ٹورنامنٹ میں جھامرہ اور دھرکنہ کی ٹیمیں فائنل میں تھیں انوار فائنل میچ کھیلنے سے پہلے وفات پا گیا علاقہ کی تمام ٹیموں نے جنازے میں شرکت کی اور مرحوم کی قبر پر ٹرافی پیش کی گئی جسے مرحوم کے والد محترم سردار نے وصول کیا علاوہ ازیں آل راؤنڈر Best Player کا کپ بھی مرحوم کے لئے وقف کیا گیا۔

مختصر یہ کہ انوار خود تو اس دنیا سے رخصت کر گیا لیکن علاقہ میں کرکٹ کو نئی زندگی بخش گیا جس کی شاندار مثال ہر سال باقاعدگی سے ہونے والا انوار میموریل کرکٹ ٹورنامنٹ ہے جیتنے والی ٹیم ہر سال ٹورنامنٹ کا بندوبست کرتی ہے مرحوم کی برسی ہر سال ۲۱ جولائی کو بڑے جذبے کے ساتھ منائی جاتی ہے مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ہر سال مجلس عزا بھی منعقد کرائی جاتی ہے آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالے مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے (آمین)

وہ لوگ بہت خوش قسمت تھے جو اوروں کی خاطر جیتے تھے۔

خود چاک گریباں پھرتے تھے ہم جیسوں کے دامن سیتے تھے (جو گئے)

خبرنامہ

فاتحہ خوانی کیلئے فوزیہ بہرام کا خفیہ دورہ

تھگوال (نمائندہ پریم ساگر) گذشتہ روز رکن صوبائی اسمبلی فوزیہ بہرام موضع تھگوال کے نکاح رجسٹرار اور مرکزی مسجد کے پیش امام حافظ منظر حسین کی فاتحہ خوانی کے لئے گئیں جن کا چند روز قبل دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے انتقال ہوا تھا رکن صوبائی اسمبلی کی آمد کو خفیہ رکھا گیا جس کی وجہ سے لوگوں کو پتہ نہیں چل سکا تاہم فوزیہ بہرام کی آمد کے ساتھ ہی لوگوں کا ایک سیلاب امڈ آیا تاکہ مسائل اپنی منتخب رکن کے سامنے پیش کر سکیں لیکن فوزیہ بہرام نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ابھی ان کے پاس ٹائم نہیں ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں سخت غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی تھگوال کے سماجی حلقوں نے فوزیہ بہرام کے تھگوال کے سیاسی وڈیروں اور فوزیہ بہرام کی مذمت کی ہے۔

جنگلی سوروں سے نجات دلائی جائے

تھگوال (نمائندہ پریم ساگر) تھگوال اور اس سے ملحقہ گاؤں میں چاولی، کرسال، بیروال، بتالیاں میں جنگلی سوروں نے تباہی مچا رکھی ہے غریب کسان جن کا ذریعہ آمدنی مونگ پھلی کی فصل ہی ہوتی ہے جنگلی سوروں نے تباہ کر دیا ہے کسان رات بھر ٹین بجاتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی جنگلی سوروں نے مونگ پھلی کی فصل کی تباہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مونگ پھلی کی فصل کے علاوہ یہ جنگلی سور انسانوں اور جانوروں کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں اور غول کے غول گاؤں میں گھس آتے ہیں جس کی واضح مثال گذشتہ دنوں موضع چاولی میں ایک کسان کے بھینس کے بچھڑے کو ہلاک کرنا ہے۔

رواں مالی سال کے دوران نئے تعلیمی ادارے کھولے جائینگے

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) ملک سلیم اقبال صوبائی وزیر صحت وامداد باہمی نے انکشاف کیا کہ موجودہ مالی سال کے دوران ایم پی اے اور ایم این اے گرانٹ کے تحت ضلع چکوال میں ۳۴ نئے پرائمری اسکول قائم کئے جائیں گے وہ سول ریسٹ ہاؤس غازی آباد چکوال میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کا جائزہ لے رہے تھے انہوں نے بتایا کہ پروگرام کے تحت ۵ ایکتب اسکول قائم کئے جائیں گے بارانی علاقے میں آبپاشی کے لئے وافر پانی مہیا کرنے کے پیش نظر ۲۰ لفٹ پمپ کاشتکاروں کو فراہم کئے جائیں گے ملک سلیم اقبال نے بتایا کہ دیہات کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے نکاسی آب کے ۹ منصوبوں پر عملدرآمد کیا جائے گا انہوں نے بتایا کہ ترقیاتی پروگرام کے تحت دو بوائز پرائمری اسکول اور ۲۱ گرلز اسکولوں کو مڈل کا درجہ دیا جائے گا جبکہ ۳ بوائز مڈل اسکول اور تین گرلز مڈل اسکولوں کو ہائی کا درجہ دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ مڈل اور ہائی اسکولوں میں ۳۴ مزید کمرے تعمیر کئے جائیں گے۔

تعزیت

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) ینگ یونینز ویلفیئر فیڈریشن دنہار اور ینگ یونین سیتھی کا ایک مشترکہ اجلاس زیر صدارت ملک حمید رضا منعقد ہوا جس میں مرحوم محمد قیوم جو فوجی ٹرک کے حادثہ میں شہید ہوا کے ایصال ثواب کے لئے دعا مانگی گئی فیڈریشن اور یونین کے تمام عہدے داروں اور ممبران نے مرحوم کے سوگوار خاندان سے تعزیت کا اظہار کیا۔

دوائیوں کے بغیر ہسپتال

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) علاقہ ونہار کے عوامی حلقوں نے صوبائی وزیر صحت ملک سلیم اقبال سے اپیل کی ہے کہ پرائمری ہیلتھ سینٹر بوچھال کلاں اس وقت بے یار و مددگار پڑا ہے نہ وہاں پر دوائیاں ملتی ہیں اور نہ ہی کوئی اور سہولت موجود ہے جس کی وجہ سے آئے روز ہسپتال میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ڈاکٹرز صاحبان اور ہسپتال انتظامیہ دوائیاں فراہم نہیں کرتا حالانکہ ڈاکٹرز صاحبان اس مجبوری کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارے پاس جو دوائیاں آتی ہیں وہ کم مقدار میں اور مخصوص قسم کی ہیں براہ کرم عوام کا یہ مسئلہ حل کیا جائے دور دراز سے لوگ پیدل سفر کر کے جب ہسپتال پہنچتے ہیں تو ماسوائے چند گولیوں کے اور کچھ بھی دستیاب نہیں ہوتا اور گولیاں بھی سستی قسم کی براہ کرم جلد از جلد دوائیاں فراہم کی جائیں۔

آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) علاقہ دنہار کے تمام علمی وادبی وسماجی حلقوں نے اس بات کی تشویش کا اظہار کیا ہے کہ آخر واپڈا والوں کو علاقہ دنہار سے کیا دشمنی ہے سال بھر اس علاقہ میں بجلی کی آنکھ مچولی جاری رہتی ہے۔ اور مسلسل سارا، سارا دن بجلی نہیں آتی علاقہ کے لوگوں نے چکوال واپڈا کے اعلیٰ حکام سے اپیل کی ہے کہ براہ کرم علاقہ پر رحم کیا جائے۔

شجرکاری میں خواتین بھی حصہ لیں

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) چکوال کو خوبصورت بنانے اور اس کی حیثیت کو مضبوط بنانے کے لئے مرد شجرکاری میں حصہ لے رہے ہیں وہاں خواتین کے شعبہ میں بھی شجرکاری کو مقبول کرنے کے لئے مہم کا آغاز کیا اس مقصد کے لئے گورنمنٹ ہائی اسکول برائے طالبات میں بیگم ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

اور ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر (زنانہ) مسز ساجدہ نے پودا لگا کر اس مہم کا افتتاح کیا ڈپٹی کمشنر نے گھریلو خواتین سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ اس نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنے گھروں میں خالی جگہوں پر پودے لگائیں۔

اسٹوڈنٹس ویلفیئر سوسائٹی کا اجلاس

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) اسٹوڈنٹس ویلفیئر سوسائٹی کے ایگزیکٹو ارکان کا اجلاس ہیڈ آفس چکوال میں چیئرمین ارشد بشیر شاہین کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ سوسائٹی کا نام تبدیل کر کے "پاکستان اسٹوڈنٹس ویلفیئر سوسائٹی" رکھا جائے گا اس کے بعد سوسائٹی کے انتظامی امور پر بھی غور کیا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ جلد ہی تحصیل تلہ گنگ میں بھی "پاکستان اسٹوڈنٹس ویلفیئر سوسائٹی" کا دفتر قائم کیا جائے گا۔

ہدیۂ تشکر

چکوال [illegible] چاولی کے جنرل سیکرٹری ارشد محمود جاوید نے سابق کارکن چوہدری محمد یار خان کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے چاولی اور ڈھوک سلطان پور کی بجلی منظور کرانے میں اہم کردار ادا کیا [illegible] واپڈا سے التماس ہے کہ جلد از جلد اس کام کو مکمل کرایا جائے تاکہ عوام کی دیرینہ خواہش پوری ہو سکے نیز الیکشن سے پہلے انتخابی جلسوں میں کئے گئے وعدے پورے کئے جائیں گے نمائندگان کو یقین دہانی کرائی گئی۔

۱۴ اگست کو یوم منایا گیا

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) بوچھال کلاں [illegible] صدارت محمد تسلیم [illegible] منعقد ہوا جس میں کہا گیا کہ ۱۴ اگست کو [illegible] اور طالب علموں اور سیاسی کارکنوں [illegible] پانی اور آمریت [illegible]

سٹی، راولپنڈی پر قاتلانہ حملہ کی سخت مذمت کی گئی اور اسے غیر جمہوری ہتھکنڈہ کہا گیا اور آمریت کے دور کی یاد تازہ کی گئی انہوں نے کہا کہ سرکاری ملازموں کو زبردستی فیصل مسجد لے جانا اور زبردستی بسیں لے جانا یہ سب اپنی جھوٹی ساکھ کو سہارا دینے کے مترادف ہے۔

قرارداد

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) علاقہ ونہار کے لوگوں نے ایک میٹنگ میں قرارداد پاس کی ہے کہ ایک مدت گزر گئی ہمیں یہاں پٹرول پمپ سے پٹرول لیتے اور اس کے نتیجے میں ہم نے بہت سی گاڑیوں کے انجن ختم ہوتے دیکھے مگر اعلیٰ حکام نے کوئی توجہ نہیں کی پمپ والے بڑے مزے سے کہتے ہیں کہ میں مانتا ہوں پٹرول غلط ہے مگر حکومت ہمیں یہی سپلائی کرتی ہے ہم کوئی گھر پر نہیں بناتے براہ کرم ہمیں بتا دیا جائے [illegible] اس انصاف کے [illegible]

پرائس لسٹ اخبارات میں شائع کی جائے گی۔

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) ضلع میں بہت جلد یوٹیلٹی سٹور قائم کیا جائے گا تاکہ لوگوں کو کھانے پینے کی اشیاء مناسب داموں پر دستیاب ہو سکیں اس امر کا اعلان ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی ڈپٹی کمشنر چکوال نے [illegible] میں کھلی کچہری میں اپنے خطاب کے دوران کیا وہ مہنگائی کو دور کرنے کے لئے ایک سوال کا جواب دے رہے تھے انہوں نے کہا کہ مہنگائی کا ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور اسے حل کرنے کے لئے حکومت اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا رہی ہے اور امید قوی ہے کہ مہنگائی پر قابو پا لیا جائے گا کھلی کچہری میں یہ بھی سوال کیا گیا کہ ضلعی پرائس کنٹرول کمیٹی جو اشیاء کی قیمتیں مقرر کرتی ہے ان کو اخبارات میں تشہیر کیا جائے تاکہ عام لوگوں کو نرخوں کے بارے میں صحیح علم ہو سکے اور دکاندار من مانی نہ کر سکیں ڈپٹی کمشنر نے اسسٹنٹ ڈائریکٹر اطلاعات چکوال سید غلام حسین جعفری کو ہدایت کی کہ وہ آئندہ پرائس کنٹرول کمیٹی کی طرف سے منظور شدہ نرخوں کو اخبارات میں دیں

مردے کا زندہ ہو جانے پر مبارکبادیں

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) بوچھال کلاں میں چند روز قبل یوسف نامی شخص کی موت کا اعلان کیا گیا کہ وہ پردیس میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں فوت ہو گیا ہے اطلاع ملتے ہی تمام اہل خاندان اور محلے والے رونا دھونا شروع ہو گئے یہ سلسلہ تقریباً ایک ہفتہ شب و روز جاری رہا قرآن خوانی کرائی گئی فاتحہ خوانی ہوتی رہی دور دور سے مہمان افسوس کرنے کے لئے جمع ہوئے مگر اچانک اس وقت حیرانگی کی انتہا نہ رہی جب یہ اطلاع موصول ہوئی کہ مرحوم زندہ [illegible] اور جب ان کے [illegible] کہ وہ زندہ اور سلامت ہے اطلاع ملتے ہی دور دراز سے لوگ مبارکباد دینے کے لئے پہنچنے شروع ہو گئے اور یہاں پر [illegible] شب و روز تماشا میرے آگے کے مصداق تماشا ہوتا ہے مزے کی بات یہ ہے کہ زندہ ہونے والے مرحوم کا نام یونین کونسل کے رجسٹر اموات میں بھی درج کرا دیا گیا تھا۔

منشیات فروشوں کی نشاندہی کرنے والے کو تحفظ دیا جائے گا

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) صاف ستھرا اور پاک معاشرہ کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ عوام معاشرتی برائیوں کے خاتمے کے لئے انتظامیہ سے بھرپور تعاون کریں یہ بات ڈپٹی کمشنر چکوال ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی نے انسداد منشیات کمیٹی کے اجلاس کے شرکاء سے خطاب کے دوران کہی انہوں نے کہا کہ منشیات [illegible]

نہایت ضروری ہے کیوں کہ اس کی زد میں نوجوان نسل آ رہی ہے جسے بچانا ہر شہری کا فرض ہے انہوں نے کہا کہ خدا کے فضل سے چکوال میں کوئی منظم گروہ منشیات کا کاروبار نہیں کر رہا تاہم پھر بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ منشیات فروشوں کی نشاندہی کی جائے تاکہ ان لوگوں کو پکڑ کر سزا دی جا سکے انہوں نے کہا کہ منشیات فروشوں کی نشاندہی کرنے والوں کو مکمل قانونی تحفظ فراہم کیا جائے گا ڈرگ انسپکٹر نے اجلاس کو بتایا کہ ہر ماہ ادویات کے سٹوروں کی باقاعدہ پڑتال کی جاتی ہے مگر ابھی تک ان دکانوں میں قابل گرفت کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی ہے۔

انجمن تنظیم المومنین کا سالانہ انتخاب

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) دفتر امام بارگاہ بہ نزین سادات میں زیر صدارت سید محمد علی انور اجلاس ہوا جس میں کثرت رائے سے مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے۔ سرپرست اعلیٰ سید محمد علی انور، صدر سید محمد فاضل شاہ، نائب صدر سید سرفراز حسین، جنرل سیکریٹری زوار امیر کاظمی، جوائنٹ سیکریٹری جعفر رضا، خازن سید پرویز اختر، معاون سید امیر کاظم، محمد علی۔

حبیب بینک برانچ میں توسیع کی جائے

مکرمی۔ عوامی حلقوں میں مطالبہ بڑھتا جا رہا ہے کہ چکوال شہر میں حبیب بینک برانچ کو وسیع کیا جائے اور تمام بینکوں میں کام برابر دیا جائے بعض بینکوں میں کام کم ہوتا ہے بجلی ٹیلیفون کی بل انہیں بھی دیئے جائیں حبیب بینک میں باہر کھڑے ہونے کی جگہ تک نہیں اور بینک کے اندر جگہ کی تنگی کے باعث دم گھٹنے لگتا ہے لوگوں کو بہت زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے حالت یہ ہے کہ دن بھر لوگوں کی لائن لگی رہتی ہے اور شام تک یہی حالت رہتی ہے بینک کا ٹائم ختم ہو جاتا ہے لیکن لائن ختم نہیں ہوتی چونکہ تمام بل یہاں جمع کرائے جاتے ہیں بجلی کے بل، ٹیلیفون کے بل، سوئی گیس کے بل، ریڈیو، ٹیلیویژن، وی سی آر وغیرہ کے بل ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ یہ بل یا تو دوسرے بینکوں کی برانچوں کو دیئے جائیں یا پھر اس برانچ کی توسیع کا انتظام کیا جائے تاکہ لوگ دھوپ، بارش میں بھی کھڑے رہ سکیں۔

اہالیان چکوال

چوہدری لیاقت علیخان نے محکمہ لائیو سٹاک کا معائنہ کیا

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) چوہدری لیاقت علی خان پارلیمانی سیکریٹری محکمہ لائیو اسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ نے اسسٹنٹ ڈائریکٹر لائیو اسٹاک چکوال کے ہمراہ مختلف فارموں کا معائنہ کیا ڈاکٹر محمد نواز اسسٹنٹ ڈائریکٹر لائیو اسٹاک نے چوہدری لیاقت علی کو بتایا کہ ضلع میں ۱۲ ویٹرنری ہسپتال ۲۵ ویٹرنری ڈسپنسریاں اور ۲۰ ویٹرنری سنٹرز ضلع میں جانوروں کے علاج معالجے اور حفاظتی ٹیکہ جات کے سلسلہ میں کام کر رہے ہیں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کی ہدایت پر تعمیر ہونے والی جدید لیبارٹری برائے تشخیص امراض حیوانات مکمل ہو جائے گی انہوں نے بتایا کہ ضلع میں تقریباً تین لاکھ گیارہ ہزار نو سو گائے بیل پچیس ہزار تین سو بھینسیں دو لاکھ ۴۸ ہزار ۳ سو بھیڑ، ۲ لاکھ ۶۵ ہزار ۱ سو بکریاں ہیں جن کے علاج معالجہ کیلئے حکومت پنجاب اور ضلع کونسل چکوال ادویات فراہم کرتی ہے تاکہ علاقہ کے غریب عوام کو اپنے قیمتی سرمائے کی مناسب دیکھ بھال اور علاج معالجہ کی سہولت فراہم ہو جائے انہوں نے بتایا کہ امسال تقریباً ایک لاکھ بیمار جانوروں کا علاج معالجہ کیا گیا ہے اور ۲ لاکھ ۹۸ ہزار ۸۵۰ جانوروں تقریباً ۲ لاکھ ۲۵ ہزار بھیڑ بکریاں، ۹ لاکھ ۷۹ ہزار تین سو ساٹھ مرغیوں کو حفاظتی ٹیکہ جات لگائے گئے ہیں اور تقریباً ۴۰ ہزار جانوروں کو اندرونی و بیرونی کرم کش ادویات کا استعمال کیا گیا ہے اسسٹنٹ ڈائریکٹر لائیو اسٹاک نے مزید بتایا کہ اسسٹنٹ پراجیکٹ ڈائریکٹر پولٹری پروڈکشن اور لیبارٹری کا دفتر بھی عنقریب اپنی زیر تکمیل عمارات واقع نیوال روڈ پر منتقل ہو جائے گا۔

ایکسائیز پولیس کی کارکردگی

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) چکوال میں بڑھتے ہوئے ہیروئن کے جرائم کی روک تھام کے سلسلے میں گذشتہ کئی ماہ سے سختی سے کام ہو رہا ہے ابھی تک متعدد لوگوں کے قبضے سے ہیروئن برآمد کی جا چکی ہے اور ان کے خلاف مقدمات درج کر کے تفتیش کی جا رہی ہے اسی طرح گذشتہ روز بھی موضع ڈھڈیال سے ایکسائز انسپکٹر اقبال منہاس محمد نذیر احمد اور غلام رضا کانسٹیبلان نے گشت کے دوران محمد تاج سکنہ ڈھوک مستقیم تحصیل گوجر خان سے ۸ گرام ہیروئن برآمد کی سید کاظمی سکنہ سید کسران تحصیل گوجر خان سے ۵ گرام ہیروئن برآمد کی ڈھڈیال چیک پوسٹ پر چیکنگ کے دوران شفقت کمال سکنہ بادشان سے ۵ گرام ہیروئن برآمد کی مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی۔



مظفر حسین گورنمنٹ ہائی اسکول بھون کا ہونہار طالب علم جس نے امسال میٹرک کے امتحان میں ۷۹۹ نمبر حاصل کر کے پہلی پوزیشن حاصل کی۔

Weekly PREM SAGGAR CHAKWAL







